

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۝ (الاسراء:79)

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لیے نفل ہے

نوافل کی شرعی حیثیت

تالیف و تحقیق

علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

دار الاخلاص

بسم الله الرحمن الرحيم

نماز را بہ حقیقت قضا بود لیکن
نماز صحبتِ مارا قضا نخواہد بود

نماز کی قضا تو بے شک ممکن ہے لیکن ہماری مجلس کی قضا ممکن نہیں

(خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ)

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ○ (الاسراء: 79)

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لیے نفل ہے

نوافل کی شرعی حیثیت

تالیف و تحقیق:

علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

دار الاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی)، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب	نوافل کی شرعی حیثیت
تحقیق و تالیف	علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی
اشاعت	دسمبر 2019ء ربیع الثانی 1441ھ
صفحات	216
تعداد	1100
قیمت	روپے

ملنے کا پتا

دار الاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی) ملحق جامع مسجد نور

پنجاب سوسائٹی، نزد ڈیفنس، غازی روڈ، لاہور

facebook.com/darulikhlas.org
call/whatsapp03340041956
youtube.com/darulikhlasorg
www.darulikhlas.org
google app store:darulikhlas

☆ **دار العلم** دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور

☆ **کرمانوالہ بک شاپ** دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور

☆ **فرید بک سٹال** اُردو بازار، لاہور

انتساب!

فرائض ونوافل کے فرق

کوملحوظ خاطر رکھنے والے

عبادت گزاروں

کے نام

❁❁❁❁

صحبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں
ہک ہک سخن شریف اِنہاں دا کردا محرم رازوں

(رومی کشمیر میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ)

حسن ترتیب

سلامت ہے جو ذوقِ بندگی تیری عنایت ہے
سحر خیزی کا جذبہ تیرا فیضِ عام ہے آقا

(علامہ محمد شہزاد مجددی)

مقدمہ

اعمال صالحہ کی حفاظت

قرآن پاک میں جہاں اعمال صالحہ کو بجالانے کا حکم آیا ہے وہاں ان اعمال کو ضائع و برباد کرنے کی ممانعت بھی فرمائی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝ (۱)

ترجمہ: اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔

اعمال صالحہ میں نماز کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اور اسے دین کے ارکان خمسہ میں سے دوسرا اہم رکن قرار دیا گیا ہے چنانچہ اسے قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور پھر اس کی حفاظت پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ (۲)

ترجمہ: حفاظت کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ (۳)

ترجمہ: اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ ہیں جن کا جنت میں اعزاز ہوگا۔

سورۃ الماعون میں ارشاد ہے:

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ۔ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ (۴)

ترجمہ: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے، جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

نماز حصول فلاح کا ذریعہ:

نماز حصول فلاح کا بہترین ذریعہ ہے اور قرآن پاک نے ایسے نمازیوں کی نشاندہی فرما دی ہے جو اپنی نماز کے ذریعے سے کامیابی اور نجات حاصل کر لیتے ہیں فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ (۵)

ترجمہ: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے۔ جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلْخَاشِعُوْنَ بِالْقُلُوْبِ وَالسَّاكِنُوْنَ بِالْجَوَارِحِ۔

یعنی باطنی طور پر ڈرنے والے اور ظاہری طور پر ساکن رہنے والے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی خشیت اور ہیبت سے لرزتے ہیں لیکن ظاہری اعضا ساکن و جامد رہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

صلوا کما رأیتمونی اصلی (٦)

نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

ایک مسلمان کے لئے بہترین اسوہ حسنہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہی کے اقوال وافعال کی پیروی میں ہے چنانچہ جملہ کتب حدیث و سیرت میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرائض کے علاوہ باقی تمام نمازیں اپنے کاشانہ اقدس میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ ''منیۃ المصلی'' میں ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی جمیع السنن والوتر فی بیتہ

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام سنتیں، نوافل اور وتر اپنے گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے۔

گھروں کو قبرستان نہ بناؤ:

غور طلب بات یہ ہے کہ باوجود مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متصل حجرہ مبارکہ میں ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد اور دیگر نفلی نمازیں گھر میں ہی ادا فرمایا کرتے تھے اور اس کا حکم بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ مشہور حدیث ہے:

صَلُّوا فِی بُیُوتِکُم وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا۔ (۷)

اپنے گھروں میں (نفلی) نمازیں پڑھا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔

نفلی نماز گھر میں پڑھنے کی فضیلت:

ایسے ہی نفلی نماز کو گھر میں پڑھنے کو اپنی مسجد نبوی سے بھی زیادہ اجر وثواب کا باعث قرار دیا ہے۔

صلوٰۃ المرءِ فِی بیتہ افضل من مسجدی ھذا الا المکتوبۃ (۸)

بندے کا نفلی نماز اپنے گھر میں ادا کرنا میری اس مسجد نبوی میں پڑھنے سے بھی زیادہ افضل ہے۔

نوافل کی روح اخفاء ہے:

لہٰذا فقہا اسلام نے نوافل کی روح اور بنیاد اخفاء و پوشیدگی کو قرار دیا ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''نوافل کو تنہائی اور پوشیدگی میں ادا کرنے کی اہمیت وفضیلت بتانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور مبالغہ یوں ارشاد فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے جو اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ادا کیں جائیں علاوہ مسجد الحرام کے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نوافل کی مشروعیت چونکہ قرب الٰہی

کے حصول اور اظہار اخلاص وللّٰہیت کے لئے ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ان میں نمائش کا پہلو نہ ہو اور لوگوں کی نظر سے چھپ کر ادا کئے جائیں اور فرائض کی بنیاد فروغ دین اور شعائر اسلامی کے اظہار پر ہے لہٰذا ضروری ہے کہ انہیں علی الاعلان ادا کیا جائے۔ (۹)

یہ ارشاد چونکہ تراویح کی چند شب ادائیگی کے موقع پر فرمایا گیا تھا اس لئے بعض صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک تراویح کی نماز بھی گھر میں پوشیدہ ادا کرنا افضل ہے۔ البتہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور جمہور ائمہ کے نزدیک فضیلت با جماعت تراویح مسجد میں ادا کرنے میں ہی ہے۔ (۱۰)

صلوۃ التسبیح با جماعت پڑھنا کیسا؟

اگر یہ طے ہے کہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں کا نام ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلوٰۃ التسبیح با جماعت پڑھنا اور اس کا حکم دینا کبھی ثابت نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انفرادیت اور تنہائی کو نفلی نماز کی روح قرار دیا ہے اور یہ بات مستقل طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے عمل، اسوہ صحابہ اور سلف صالحین سے ثابت ہے۔

ہمارے فقہاء احناف نے چار سے زیادہ افراد کے اجتماع پر مشتمل نفل نماز کی جماعت کو تداعی قرار دیتے ہوئے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

اور یہ بات محتاج وضاحت نہیں کہ نوافل میں اعلان واشتہار اور تداعی یعنی ایک دوسرے کو دعوت دے کر بلانا کہ فلاں جگہ نفل نماز (تسبیح وغیرہ) با

جماعت ہوگی اس کی ایک بنیادی علت ہے۔

نفل گھروں کی نماز:

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نوافل کو گھروں میں پڑھی جانے والی نماز قرار دیا ہے۔ سنن ابی داؤد، ترمذی اور نسائی شریف میں حضرت کعب بن عجرہ اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ بنو عبدالاشہل کی مسجد میں نماز مغرب ادا فرمائی تو لوگوں کو فرائض کے بعد بقیہ نماز پڑھتے دیکھ کر فرمایا: ھذا اصلاۃ البیوت یہ گھروں کی نماز ہے۔ (۱۱)

جبکہ ترمذی اور نسائی کی روایت میں ہے کہ:

علیکم بھذہ الصلاۃ فی البیوت

تم پر یہ نماز گھروں میں ادا کرنا لازم ہے۔ (۱۲)

سنن ابن ماجہ میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی الفاظ کچھ یوں ہیں:

ارکعوا ھاتین الرکعتین فی البیوت (۱۳)

ان دو رکعتوں کو گھروں میں ادا کیا کرو۔

اپنے گھروں کو منور کرو:

مسند احمد اور بن ماجہ میں روایت ہے کہ:

أَمَّا صَلَاۃُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ فَنُورٌ فَنَوِّرُوا بُيُوتَكُمْ (۱۴)

ترجمہ: آدمی کا نفل نماز گھر میں ادا کرنا نور ہے تو اپنے گھروں کو (نفل

نماز کے ساتھ) روشن کرو۔

مذکورہ بالا احادیث اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگرچہ مزید بحث کی گنجائش نہیں رہتی کہ ایک امتی کو نوافل ادا کرنے کے لئے کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے یا اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم اور فرمان کی اتباع کر کے فلاح دارین کا مستحق بننا چاہیے؟

ضروری گزارش:

شریعت اسلامیہ اور فقہ حنفی کے مزاج شناس اہل علم کی خدمت میں گزارش ہے کہ امت مسلمہ کی خیر خواہی اور اصلاح کے جذبے سے سرشار ہو کر انہیں دین کی روح سمجھائیں اور بتائیں کہ جماعت و اذان فرائض کے لئے ہے اور نفل کی بنیاد فرض پر ہے اگر فرض نماز قائم نہ کی تو نفلی شب بیداریاں کس کام کی ہیں؟ مجددین و محققین ائمہ اس مرض کی تشخیص صدیوں پہلے فرما چکے ہیں کہ ساری رات نوافل پڑھ کر فجر کی جماعت میں حاضر نہ ہونا کس درجے کا سنگین باطنی مرض ہے۔

خدارا! نفل کو نفل اور فرض کو فرض رہنے دیجیے کیونکہ قرب نوافل تو کمال فرائض کے ساتھ مشروط ہے۔ بقول حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

فرائض کو سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ ادا کرنا ہزارہا نوافل پڑھنے سے بہتر ہے۔

عمل کا دارومدار نیت پر ہے:

شریعت اسلامیہ میں اعمال کی قبولیت کا دارومدار اس کی غرض یا نیت پر موقوف ہے اسی لیے نیت کو تمام اعمال پر مقدم رکھا گیا ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (۱۵)

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں یہ حدیث پاک فقہ کے ستر بابوں میں داخل ہوسکتی ہے نیز فرماتے ہیں اس حدیث میں ایک تہائی علم داخل ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: جاننا چاہئے کہ جاہل آدمی نیت کی خوبی جو ہم نے تحریر کی ہے اس قول نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنتا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ تو اپنے اپنے سب کاموں کو شروع کرتے وقت دل میں کہتا ہے کہ نیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھانے کی، تجارت کرنے یا کھانے کی اور گمان کرتا ہے کہ یہ نیت ہوگئی حالانکہ یہ یا تو حدیث نفس ہے یا زبانی کلمات ہیں یا فکر ہے یا ایک خاطر سے دوسری طرف بدلنا ہے اور ان امور کو نیت سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ نیت تو نفس کے ابھارنے، توجہ کرنے اور میل کا نام ہے ایسی چیز کی طرف کہ جس میں نفس کی غرض اس وقت یا انجام کو اس کے عندیے میں ہو اور میل اگر نہیں ہوگا تو ممکن نہیں کہ اسے صرف ارادہ سے حاصل اور ایجاد کر لیا

جائے بلکہ اس کی صورت تو ایسی ہوگی کہ جیسے پیٹ بھرا آدمی کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ کھانے کی خواہش کروں گا اور اس کی طرف مائل ہو جاؤں یا کوئی بے فکر شخص کہے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ فلاں شخص پر عاشق ہوں اور اسے اپنے دل میں بڑا اور محبوب جانوں اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں مشکل ہیں بلکہ دل کو کسی چیز کی طرف راغب کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ سب سے پہلے اس کا سبب حاصل کرے اور وہ کبھی اختیاری ہوتے ہیں کبھی غیر اختیاری اور نفس جو فعل پر ابھرتا ہے تو کسی غرض کا سبب ہوتا ہے جو نفس کے مطابق ہوتا ہے اور جب تک انسان اعتقاد و یقین نہیں کر لیتا کہ میری غرض فلاں فعل سے وابستہ ہے تب تک اپنا ارادہ اس کی طرف متوجہ نہیں کرتا اور یہ بات ہر وقت اختیاری نہیں کہ دل میں کسی چیز کا اعتقاد جما لیا کرے اور اگر اعتقاد بھی ہو جاتا ہے تو دل تب متوجہ ہوتا ہے جب فارغ ہو اور اس غرض کی طرف نسبت کر کے کسی اور قوی غرض میں مشغول نہ ہو اور یہ بات بھی ہر وقت ممکن نہیں۔ پھر رغبت دلانے والی اور پھیرنے والی چیزوں کے بہت سے اسباب ہیں جن سے وہ اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں اور ان کا جمع ہونا ہر شخص کے حال و عمل کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتا ہے مثال کے طور پر اگر آدمی پر نکاح کی شہوت غالب ہو اور لڑکا ہونے سے کوئی غرض صحیح دینی و دنیاوی اس کے اعتقاد میں نہ ہو تو ایسے آدمی سے یہ نہیں ہو سکے گا کہ صحبت کے وقت اولاد کی نیت کرے بلکہ صحبت صرف بہ نیت شہوت ہوگی اس لئے کہ نیت تو غرض پر موقوف ہے اور یہاں غرض شہوت ہی موجود ہے تو اولاد کی نیت کیسے ہوگی اسی طرح اگر

دل پر یہ امر غالب نہ ہو کہ نکاح کی سنت ادا کرنے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پائی جاتی ہے اور اس وجہ سے اس کے ثواب میں اضافہ ہو جاتا ہے تو ممکن نہیں کہ نکاح سے سنت کے اتباع کی نیت ہو بجز اس کے کہ زبان سے کہ لے یا دل میں کہ لے اور صرف کہ لینا گفتگو ہے نیت نہیں اس نیت کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنا ایمان شریعت کے مطابق کرے اور اس بات پر پختہ ایمان ہو کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے زیادہ ہونے کی کوشش کرتا ہے تو وہ بہت زیادہ ثواب پاتا ہے اور اولاد کی نفرت کے لئے دل میں جتنی چیزیں ہوں اسے بھی دل سے نکال دے یعنی اولاد کی تربیت کی مشقت وغیرہ سے دل میں نفرت نہ ہو جب اس طرح کرے گا تو کس قدر اچھا ہو گا کہ اولاد کے پیدا ہونے کی دل میں رغبت پیدا ہو اور اسے ثواب کا سبب خیال کرے اور وہ رغبت اسے حرکت دے اور اس کے اعضاء نکاح کے ارادے کے لئے جنبش کریں پس اگر زبان کی قدرت حرکت عقد کی قبولیت کے لئے اس طرح پیدا ہو گی یعنی جو سبب کہ دل پر غالب ہو گیا ہے اس کی وجہ سے قدرت نے زبان میں نکاح کے قبول کرنے کی حرکت دی ہو گی تب تو نکاح کرنے والا نیت رکھتا ہو گا اور اگر ایسا نہ ہو گا تو جو بات دل میں مان لیتا ہے اور اسے بار بار کہتا ہے کہ میرا ارادہ اولاد کا ہے تو وہ وسواس ہی وسواس ہے اور اسی وجہ سے نیت کے لئے دل کا ابھار اور صحیح غرض کا اعتقاد پہلے سے ہونا چاہئے۔ نیک لوگوں نے بعض طاعات سے پہلوتہی بھی کی ہے اس لئے کہ ان کی نیت موجود نہ ہوئی اور فرما بھی دیا کہ

ہمیں اس امر میں کچھ نیت حاضر نہیں۔

ابن سیرین کی نیت:

مروی ہے کہ:

علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے دل میں اس کی نیت حاضر نہ ہوئی۔

مروی ہے کہ:

کسی شخص نے اپنی منکوحہ سے بالوں میں کنگھی کرنے کے لئے مانگی کہ بالوں کو سیدھا کرلیں۔ بیوی نے کہا آئینہ بھی چاہئے وہ بزرگ خاموش رہے پھر کہا کہ لے آؤ۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس قدر خاموشی کی کیا وجہ تھی انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے میری نیت کنگھی کی تھی آئینہ کی نیت نہ تھی اس لئے میں نے خاموشی اختیار کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں آئینہ کی نیت پیدا فرمادی۔

مروی ہے کہ:

ایک کوفی عالم عماد بن ابی سلیمان نامی کا انتقال ہوا تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ آپ ان کے جنازے کے لئے نہیں جاتے تو آپ نے فرمایا کہ اگر نیت ہوتی تو میں ضرور جاتا۔

مروی ہے کہ:

سلف صالحین میں سے جب کوئی حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی عمل خیر کی درخواست کرتا تو جواب میں فرماتے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے

کرنے کی نیت عطا فرمائے گا تو کریں گے۔

مروی ہے کہ:

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نیت کے بغیر حدیث بیان نہیں فرماتے تھے اگر کوئی کچھ دریافت کرتا تو جواب نہ دیتے اور جب نیت ہوتی تو بغیر پوچھے شروع کر دیتے لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی کہ جب ہم حدیث کے بیان کی درخواست کرتے ہیں تو آپ نہیں کرتے اور اپنے آپ کہنے لگتے ہیں آپ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں نیت کے بغیر بیان کروں جب مجھ پر نیت کا نزول ہوتا ہے تو میں بیان کرتا ہوں۔

داؤد بن معبر کا فلسفہ:

مروی ہے کہ:

جب داؤد بن معبر نے کتاب العقل تیار کی تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس آئے اور وہ کتاب لے کر اس میں ایک نظر ڈالی اور پھر کتاب واپس کر دی۔ انہوں نے کہا کہ کتاب کیوں واپس کر دی آپ نے فرمایا کہ اس میں اسناد ضعیف ہیں۔ داؤد نے کہا کہ میں نے اس کی بنیاد اسناد پر نہیں رکھی اسے امتحان کی نظر سے دیکھیے میں نے جو اس میں عمل کے لحاظ سے نظر کی تو میں نے کتاب کو مفید پایا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لائیے میں بھی اس نظر سے دیکھوں جس نظر سے تم نے دیکھا ہے پھر وہ کتاب کافی مدت تک آپ کے پاس رہی پھر آپ نے فرمایا کہ اس کتاب سے مجھے فائدہ حاصل ہوا

اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مروی ہے کہ:

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دعا کرنے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا اچھا میں دعا کی نیت پاؤں تو کروں۔

بعض اکابر سے منقول ہے کہ:

میں ایک ماہ سے ایک شخص کی عیادت کی نیت تلاش کر رہا ہوں مجھ میں اب تک درستی نہیں ہوئی۔

مروی ہے کہ:

حضرت عیسٰی بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گیا جب وہ اپنے دروازے پر پہنچے تو میں پیچھے کی طرف ہٹا۔ان کے بیٹے نے ان سے کہا آپ انہیں رات کا کھانا نہیں کھلاتے فرمایا میری نیت میں نہیں ہے اس لئے کہ نیت نظر کی تابع ہوتی ہے جب نظر بدل جاتی ہے تو نیت بھی بدل جاتی ہے۔

نیک عمل نیت کے بغیر ریا ہے:

مروی ہے کہ:

بعض سلف صالحین کا اعتقاد تھا کہ نیت کے بغیر کوئی کام نہ کرتے تھے اس لئے کہ انہیں علم تھا کہ نیت عمل کی روح ہے اور عمل نیک نیت کے بغیر ریا اور تکلف ہے اور ایسا عمل غضب کا سبب ہے نہ کہ قرب کا سبب اور یہ بھی جانتے تھے کہ

نیت اس کا نام نہیں کہ زبان سے کوئی کہہ لے کہ نیت کرتا ہوں بلکہ وہ دل کا ابھار ہے قائم مقام فتوح غیبی کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض اوقات میسر ہوتی ہے اور بعض اوقات میسر نہیں ہوتی لیکن جس شخص کے دل پر اکثر امر دینی غالب رہتا ہے اسے اکثر اوقات میسر ہوتی ہے اس لیے کہ اس کا دل فی الجملہ اصل خیر کی طرف مائل رہتا ہے تو دوسری خیرات پر بھی وقت پر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور جس کا دل دنیا کی طرف مائل ہوتا ہے اور دنیا اس پر غالب ہوتی ہے اسے یہ بات حاصل نہیں ہوتی خیرات کا تو کیا ذکر ہے فرائض میں بھی اسے نیت میسر نہیں ہوتی اور اگر ہوتی ہے تو نہایت کوشش کے باوجود ہوتی ہے وہ بھی اس طرح کہ دوزخ کو یاد کرلے اور اپنے نفس کو اس سے ڈرائے یا جنت کی آسائش کو یاد کرلے اور اور اپنے نفس کو اس کی طرف راغب کرلے تو ایسی صورتوں میں کبھی ایک ضعیف سا ارادہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اسے بقدر نیت اور رغبت کے ثواب ملتا ہے۔ لیکن اطاعت الٰہی کی نیت کہ اطاعت وعبودیت کا مستحق وہی ہے یہ دنیا کے راغب کو میسر نہیں ہوتی اور یہی نیت سب سے بہتر اور کامیاب ہے۔ روئے زمین پر ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں جو اسے سمجھیں اور اسے استعمال کرنا تو در کنار ہے۔

اطاعت میں لوگوں کی نیات کئی قسم کی ہیں بعض ایسے ہیں کہ ان کا عمل خوف کی وجہ سے سرزد ہوتا ہے یعنی اس وجہ سے کہ دوزخ سے ڈرتے ہیں اور بعض کا عمل توقع سے ہوتا ہے کہ جنت کی رغبت ان کے عمل کا سبب ہوتی ہے۔ اور اس طرح کی نیت اگرچہ پہلی قسم کی نسبت کم ہے یعنی جو نیت صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم

کے لئے کی جائے اور کسی وجہ سے نہ ہو اس کی نیت کے ساتھ خوف و رجا کی نیت کرنا کم ہے تاہم یہ صحیح نیتوں کی اقسام میں سے قسم ہے اس لیے کہ آخر میلان ایسی چیز کی طرف تو ہے جو آخرت میں موعود ہے گو وہ چیز اس جنس میں سے ہے جس کی الفت دنیا میں ہے اور غالب تر سب اسباب میں سے شکم اور شرم گاہ ہیں اور ان کے پورا ہونے کی جگہ جنت ہے۔ پس جو شخص جنت کے لئے عمل کرتا ہے وہ گو اپنے شکم و شرم گاہ کے لیے کرتا ہے جیسے خراب مزدور اور ایسے شخص کا درجہ بھولوں کا سا ہوگا اور اپنے عمل سے وہ اس درجہ کو پہنچ جائے گا مگر اہل عقل کی عبادت صرف ذکر الٰہی اور فکر ہوتی ہے اس وجہ سے کہ یہ اس کے جمال و جلال کے محب ہوتے ہیں اور ان کے تمام اعمال اسی محبت و ذکر و فکر کے موکد ہوا کرتے ہیں ان لوگوں کا رتبہ اس سے بڑا ہے کہ وہ منکوح و مطعوم اشیا کی طرف جنت میں التفات کریں اس لیے کہ ان کی نیت جنت نہ تھی۔ بلکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ:

يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ (۱۶)

ترجمہ: اپنے رب کو صبح شام پکارتے ہیں اور اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔

چونکہ ثواب بقدر نیت ہوگا اس لیے ضروری ہوا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دیدار فیض آثار سے لطف حاصل کریں اور ان لوگوں پر ہنسیں جو حوروں کی طرف التفات کریں جس طرح حوروں کے دیکھنے والے ان لوگوں پر ہنسیں جو مٹی کے کھلونوں کی طرف نظر کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کے جمال اور حوروں کے جمال میں بہت زیادہ فرق ہے اس فرق سے جو حوروں اور مٹی کے کھلونوں کے درمیان ہے

بلکہ نفوس بہیمیہ کا حوروں سے راضی ہونا اور اللہ تعالیٰ کے جمال سے اعراض کرنا ایسا جاننا چاہیے جیسے خنفا اپنے جوڑے سے مالوف رہتا ہے اور عورتوں کے جمال سے روگردان۔ پس دلوں کا اندھا ہونا اللہ تعالیٰ کے جمال وجلال سے ایسا ہی ہے جیسا خنفا عورتوں کے ادراک جمال سے اندھا ہے کہ اس کو ان کی کچھ بھی خبر نہیں اور اگر وہ عقل مند ہوتا اور اس کے سامنے عورتوں کا ذکر کیا جاتا تو وہ ان لوگوں پر ہنستا جو ان کی طرف مائل ہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے اور اسی لیے پیدا بھی فرمایا چنانچہ فرمایا: ولذالك خلقهم۔ پس لوگ ہمیشہ مختلف اور متفاوت رہیں گے۔

منقول ہے کہ:

حضرت احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک شخص مجھ سے جنت کا طالب ہے سوائے ابویزید کے کہ وہ مجھ کو طلب کرتا ہے۔

مروی ہے کہ:

حضرت ابویزید رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کی الٰہی تیرے قریب ہونے کا کونسا طریقہ ہے ارشاد ہوا کہ اپنے نفس سے ہاتھ اٹھا اور میری طرف قدم بڑھا۔

مروی ہے کہ:

کسی شخص نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا

اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا کہا کہ کسی دعویٰ پر مجھ سے دلیل طلب نہیں فرمائی مگر ایک قول پر جو میں نے ایک روز کہا تھا کہ جنت کے خسارے سے بڑھ کر کون سا خسارہ ہوگا ارشاد فرمایا میرے دیدار سے بڑھ کر کونسا خسارہ ہے۔

غرض یہ کہ ان نیتوں کا درجہ متفاوت ہے جس شخص کے دل پر ان میں سے ایک غالب ہو جاتی ہے اس کو اکثر دوسری نیت کی طرف عدول کی نوبت نہیں پہنچتی اور ان حقائق کی واقفیت ایسے اعمال و افعال کے سبب سے ہوتی ہے کہ فقہاء ظاہر ان کا انکار کرتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ جس شخص کی نیت امر مباح کی طرف تو موجود ہو اور نفل میں نہ ہو تو اس کے حق میں مباح اُولیٰ و افضل ہے اور وہی اس کے لیے نفل کا کام دے گا اور خود نفل اس کے حق میں نقصان دہ ہے اس لیے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے مثلاً فقہ کی رو سے معاف کرنا بہ نسبت انتقام کے افضل ہے مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو معاف کرنے میں تو نیت نہیں ہوتی لیکن ظلم کا بدلہ لینے میں نیت ہوتی ہے تو اس صورت میں انتقام ہی افضل ہے یا یہ کہ اس کی نیت کھانے پینے اور سونے کی ہوتا کہ اپنے نفس کو راحت دے اور آئندہ کی عبادت کے لیے قوت پائے اور اس وقت نماز روزہ کی نیت نہ ہو تو اس کے حق میں کھانا اور سونا افضل ہے بلکہ اگر عبادت کرتے کرتے تھک جائے اور اس کا سرور نہ رہے اور رغبت سست ہو جائے اور جان لے کہ ایک لمحہ کھیل یا باتوں میں مصروف رہنے سے سرور اصلی حالت پر آجائے گا تو اس کے حق میں کھیلنا نماز سے

افضل ہے۔

حضرت ابودرداء کا فرمان:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں اپنے نفس کو تھوڑے سے کھیل سے راحت دے دیتا ہوں پس یہ امر میرے لیے حق پر مدد کرتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان:

شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا:
دلوں کو راحت دو ورنہ اگر ان پر زبردستی کی جائے گی تو اندھے ہو جائیں گے۔

اور یہ دقائق بڑے بڑے عالم ہی پا سکتے ہیں اچھے اچھے لوگوں کو معلوم نہیں ہو سکتے بلکہ طبیب حاذق کبھی حرارت زدہ کا علاج گوشت سے کرتا ہے حالانکہ وہ بھی گرم ہے اور اسے جاننے والا طب کو بعید جانتا ہے اور معالج کی غرض یہ ہوتی ہے کہ سب سے پہلے اس کی قوت اصلی حالت پر آ جائے تاکہ ضد سے علاج کرنے کو برداشت کر سکے۔ اسی طرح جو شخص خوب طور پر شطرنج کھیل سکتا ہے کبھی رخ اور گھوڑا مفت کٹا دیتا ہے تاکہ کسی منصوبہ سے حریف کو مات دے مگر جسے کھیلنا کم آتا ہے اور دور کے منصوبوں کا علم نہیں رکھتا وہ اس کی اس حرکت پر ہنسی اور تعجب کرتا ہے اسی طرح بہادر جنگ کبھی اپنے مقابل سے بھاگتا ہے اور اس کو وقت دیتا ہے کہ کہیں موقع پا کر ایک دفعہ ہی اس پر حملہ کر

کے غالب آ جائے۔ پس ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے سلوک کے طریق کا حال ہے کہ یہ بھی شیطان سے لڑتا ہے اور دل کا علاج کرتا ہے تو جو شخص توفیق یافتہ اور عاقل ہوتا ہے وہ اس میں لطائف الحیل کرتا ہے جن کو کمزور بعید جانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرید کو نہ چاہیے کہ جو بات اپنے مرشد کی دیکھے دل میں اسے برا جانے اور نہ شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاد پر اعتراض کرے بلکہ یہاں تک کہ اس کے فہم کی حد ہو وہاں توقف کرے اور جو بات اس کی سمجھ میں نہ آئے اس کو ان کے حوالے کرے یہاں تک کہ ان کے رتبے پر پہنچ کر خود اس پر اس کا راز کھل جائے۔

اخلاص کی فضیلت:

اللہ رب العزت نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (۱۷)

ترجمہ: اور نہیں حکم دیا گیا انہیں مگر یہ کہ وہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی خالص اسی کے لیے۔

پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (۱۸)

ترجمہ: خبردار صرف اللہ کے لیے ہے دین خالص۔

پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَاَصۡلَحُوۡا وَاعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰهِ وَاَخۡلَصُوۡا دِیۡنَهُمۡ (۱۹)

ترجمہ: مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور پکڑ لیا اللہ تعالیٰ کا دامن رحمت اور خالص کرلیا اپنا دین اللہ کے لیے۔

پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ۝ (۲۰)

ترجمہ: پس جو امید کرتا ہے اپنے رب کے ساتھ ملاقات کرنے کی اسے نیک عمل کرنے چاہیے اور نہ وہ شریک ٹھہرائے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی۔

یہ آیہ کریمہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرے اور چاہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

ترمذی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن ماجہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حاکم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثُ خِصَالٍ لَا يَغِلُّ عَلَيۡهِنَّ قَلۡبُ مُسۡلِمٍ أَبَدًا إِخۡلَاصُ الۡعَمَلِ لِلّٰهِ وَمُنَاصَحَةُ وُلَاةِ الۡأَمۡرِ وَلُزُوۡمُ

الْجَمَاعَةِ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ (۲۱)

ترجمہ: جس مسلمان کا دل تین باتوں پر یقین رکھے گا وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا راوی بیان کرتے ہیں میں نے دریافت کیا وہ کیا باتیں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمل میں اخلاص، حکام کے لئے خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم کرنا چونکہ ان کی دعا غیر موجود لوگوں پر بھی محیط ہوتی ہے۔

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ ظَنَّ أَنَّ لَهُ فَضْلاً عَلَى مَنْ دُونَهُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وسلم - فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - :إِنَّمَا نَصَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَذِهِ الأُمَّةَ بِضَعِيفِهَا بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلاَتِهِمْ وَإِخْلاَصِهِمْ (۲۲)

ترجمہ: مصعب بن سعد نے اپنے والد سے روایت کیا کہ میرے والد کو یہ گمان ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے کم مایہ والوں پر مجھے فضیلت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے کمزور وناتواں کی دعا، اخلاص اور نماز سے مدد کی ہے۔

ابوالقاسم تستری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث قدسی مروی ہے:

اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے اس کو میں اپنے بندوں میں

سے جس بندے کے دل میں چاہتا ہوں داخل کر دیتا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان:

حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

عمل کی کثرت کا تردد مت کرو بلکہ قبول کا تردد کرو۔

ابو منصور دیمی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اخلص العمل يجزك منه القليل

ترجمہ: اپنے عمل کو خالص کر اللہ تعالیٰ کفایت کرے گا تجھے تھوڑا بھی۔

پھر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

عَنْ مَكْحُولٍ، قَالَ : بَلَغَنِي، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْلَصَ عَبْدٌ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا إِلَّا ظَهَرَتْ يَنَابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ (۲۳)

ترجمہ: جو آدمی چالیس روز اپنا عمل اللہ کے لیے خالص کرتا ہے اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر پیدا ہو جاتے ہیں۔

پھر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ لَهُ نَاتِلُ أَهْلِ الشَّامِ أَيُّهَا الشَّيْخُ حَدِّثْنَا حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ

عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَرِيءٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ (۲۴)

ترجمہ: حضرت سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے لوگ دور ہو گئے تو ان سے اہل شام میں سے ناتل نامی آدمی نے کہا اے شیخ آپ ہمیں ایسی حدیث بیان

فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن جس کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہو گا اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے تیرے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو تو اس لئے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے تحقیق! وہ کہا جا چکا پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور دوسرا شخص جس نے علم حاصل کیا اور اسے لوگوں کو سکھایا اور قرآن کریم پڑھا اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا پھر اسے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لئے قرآن مجید پڑھا اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا تو نے علم اس لئے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس کے لئے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو یہ کہا جا چکا پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور تیسرا وہ شخص ہو گا جس پر اللہ

نے وسعت کی تھی اور اسے ہر قسم کا مال عطا کیا تھا اسے بھی لایا جائے گا اور اسے اللہ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انہیں پہچان لے گا اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے تیرے راستہ میں جس میں خرچ کرنا تجھے پسند ہو تیری رضا حاصل کرنے کے لئے مال خرچ کیا اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو نے ایسا اس لئے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے تحقیق! وہ کہا جا چکا پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری ران پر ایک لکیر کھینچ کر فرمایا اے ابو ہریرہ سب سے پہلے تین اشخاص سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔

راوی حدیث نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اس حدیث کو بیان فرمایا آپ سن کر رو پڑے اور اس قدر روئے کہ جاں بحق ہونے کے قریب پہنچ گئے پھر فرمایا سچ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○ (۲۵)

ترجمہ: جو دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پھل دے دیں گے اور اس میں کمی نہ دیں گے۔

بنی اسرائیل کے عابد کا قصہ:

مروی ہے کہ:

بنی اسرائیل میں سے ایک عابد جو مدت سے اللہ کی عبادت کرتا تھا اس کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کے یہاں ایک قوم ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر درخت کو پوجتی ہے اس عابد نے یہ سن کر غصہ کا اظہار کیا اور اپنی کلہاڑی کندھے پر رکھ کر درخت کی طرف چل پڑا کہ اسے کاٹ دے۔ راستے میں ایک بزرگ کی شکل میں شیطان ملا اور پوچھا کہ کہاں جارہے ہو عابد نے کہا کہ میں چاہتا ہوں فلاں درخت کاٹ دوں شیطان نے کہا کہ تمہیں اس سے کیا مقصد کہ اپنی عبادت کو چھوڑ کر دوسرے کام میں مصروف ہوتے ہو۔ عابد بولا یہ بھی عبادت میں داخل ہے شیطان بولا میں تمہیں وہ درخت کاٹنے نہ دوں گا جب بات نے طول پکڑا تو عابد نے شیطان کو زمین پر ڈال کر اس کی چھاتی پر بیٹھ گیا شیطان بولا تم مجھ کو چھوڑ دو میں تمہیں کچھ بات کہوں عابد کھڑا ہو گیا شیطان بولا بڑے تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو تیرے اوپر اس کا کاٹنا فرض نہیں کیا اور نہ ہی تو اسے پوجتا ہے اگر کوئی دوسرا اسے پوجے تو اس کا گناہ تجھے تو نہ ہوگا روئے زمین پر بہت سے انبیاء ہیں اگر اسے منظور ہوگا تو کسی نبی کو درخت والوں کے پاس بھیج کر انہیں کاٹنے کا حکم کر دے گا جو بات تیرے ذمہ میں نہیں تو اس میں کیوں سرگرداں ہے۔ عابد بولا میں اسے ضرور کاٹوں گا شیطان نے پھر کشتی کا ارادہ کیا عابد نے پھر اسے لٹا دیا اور چھاتی پر چڑھ گیا جب شیطان عاجز ہوا تو کہنے لگا کہ آؤ ہم ایک اور بات

کریں جو تیرے حق میں بہتر اور مفید ہو۔ عابد نے کہا بہت اچھا اور شیطان کو چھوڑ دیا شیطان نے کہا تو ایک محتاج مرد ہے اور لوگوں پر پڑا ہوا ہے اور وہ لوگ تجھے کھانے کو دیتے ہیں اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرا دل یوں چاہتا ہے کہ اپنے بھائیوں سے سلوک کرے اور ہمسائیوں سے مدارت کرے اور پیٹ بھر کر لوگوں سے بے پرواہ ہو جائے عابد بولا یہ بات تو درست ہے شیطان نے کہا کہ تو اب واپس چلا جا میں رات کو تیرے سرہانے دو دینار رکھ دیا کروں گا تو صبح اسے لے لینا اپنے اوپر، اپنے کنبے پر اور بھائیوں پر اسے خرچ کر دینا اور یہ بات تیرے لیے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے اس درخت کے کاٹنے سے زیادہ فائدہ مند ہو گی کہ اس کے کاٹنے سے تجھے کچھ نہ ملے گا کہ اس کی جگہ دوسرا درخت لگا دیا جائے گا انہیں اس سے کیا نقصان ہو گا۔ آپ کو اور آپ کے بھائیوں کو اس کے کٹنے سے کچھ بھی حاصل نہ ہو گا عابد نے شیطان کی بات میں تامل کیا اور کہا کہ یہ بوڑھا سچی بات کہتا ہے میں کوئی نبی نہیں ہوں کہ اس درخت کا کاٹنا میرے لیے لازم ہے اور نہ ہی اس کے کاٹنے کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر نہ کاٹوں تو نافرمان ٹھہروں اور یہ بات جو کہتا ہے وہ زیادہ سود مند ہے اس کے بعد اس سے اقرار کر لیا اور قسم اٹھالی۔ عابد واپس اپنے عبادت خانے میں آیا رات کو سو یا جب صبح بیدار ہوا تو دو دینار اپنے سرہانے سے حاصل کر لیے اور تین دن تک ایسا ہی ہوا اور پھر اگلے دن کچھ نہ ملا پھر غصہ کی حالت میں تیر اٹھا کر راستہ میں چل دیا۔ شیطان پھر بزرگ کی صورت میں ملا اور پوچھا کہاں کا ارادہ ہے اس نے کہا

کہ وہ درخت کاٹنے کے لیے جارہا ہوں ابلیس بولا تو جھوٹا ہے اب تو وہ نہیں کاٹ سکتا اور نہ ہی تو وہاں پہنچ سکتا ہے عابد نے چاہا کہ پہلے کی طرح اسے چت لٹا دے ابلیس نے کہا کہ وہ وقت جاتا رہا اور عابد کو اٹھا کر چت لٹا دیا اور عابد اس کے پاؤں میں چڑیا کی طرح معلوم ہونے لگا پھر شیطان عابد کے سینے پر بیٹھا اور کہا کہ یا تو اس کام سے باز آ ورنہ تمہیں ذبح کردوں گا عابد جب یہ دیکھا کہ کسی طرح سے بھی میری جان نہیں چھوٹتی کہا کہ تو مجھ پر غالب آیا اب مجھے چھوڑ دے اور یہ بتا کہ میں پہلے کیسے تجھ پر غالب آ گیا تھا اور اب تو کیسے مجھ پر غالب آ گیا۔ شیطان نے کہا کہ پہلے تو نے اللہ تعالیٰ کے لیے غصہ کیا تھا اور تیری نیت آخرت تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے تجھ سے کمزور کردیا تھا اور اب تم نے اپنے نفس کے لیے غصہ کیا اور دنیا کے لیے کیا اس لیے میں تم پر غالب آ گیا۔

یہ حکایت اس آیت کی تصدیق ہے

لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ○ (۲۶)

ترجمہ: میں ضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ سوا ان میں سے تیرے ان بندوں کے جو صاحب اخلاص ہیں۔

اس لیے بندہ کو بغیر اخلاص کے نجات نہیں ملتی۔

مروی ہے کہ:

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نفس کو مارتے اور کہتے اے نفس اخلاص اختیار کرتا کہ تو اخلاص والا ہو جائے۔

مروی ہے کہ:

حضرت یعقوب مکفوف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مخلص وہ ہے جو اپنی نیکی کو ایسے چھپائے جیسے گناہ کو چھپاتا ہے۔

مروی ہے کہ:

حضرت ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوش حال شخص وہ ہے جس کا ایک قدم بھی صحیح ہو جائے کہ اس میں ماسوا اللہ کی نیت نہ ہو۔

مروی ہے کہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جو نیت خالص رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ وہ بات کفایت کر دیتا ہے جو اس میں اور لوگوں میں ہو۔

مروی ہے کہ:

بعض اہل اللہ نے اپنے بھائی کو لکھا کہ اپنے اعمال میں نیت کو خالص کرو تھوڑا سا عمل بھی کافی ہوگا۔

مروی ہے کہ:

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص صاف ہوتا ہے اس کے لیے صفائی کی جاتی ہے اور جو شخص خلط ہوتا ہے اس کے لیے خلط کیا جاتا ہے۔

مروی ہے کہ:

بعض اکابر کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تم نے اپنے اعمال کو کیسے

پایا تو انہوں نے فرمایا کہ جو چیز میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے کی تھی اس کو تو پایا یہاں تک کہ میں نے راستہ میں انار کی گٹھلی ہٹائی تھی یا ایک میری بلی مرگئی تھی انہیں نیکیوں کے پلے میں پایا اور میری ٹوپی میں ایک ریشم کا دھاگا تھا اسے برائیوں کے پلے میں پایا اور میرا ایک گدھا سو دینار کا مرگیا تھا اس کا ثواب مجھے نہ ملا۔ میں نے عرض کیا کہ بلی کا مرنا تو نیکیوں کے پلے میں موجود ہے مگر گدھے کا مرنا اس میں نہیں ہے۔ مجھے حکم ہوا کہ تیرا گدھا وہاں بھیجا گیا جہاں تو نے اس کو بھیجا تھا یعنی جب وہ مرگیا تھا اور تجھے اس کی موت کا حال معلوم ہوا تو تو نے کہا تھا کہ خدا کی لعنت میں گیا اس لیے تیرا ثواب اس میں باطل ہوا اگر تو کہتا کہ فی سبیل اللہ تو البتہ ثواب پاتا اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے لوگوں کے سامنے ایک صدقہ دیا تھا تو لوگوں کا میری طرف دیکھنا مجھے اچھا معلوم ہوا اس کا حال یہ ہوا کہ نہ ہی اس کا ثواب ملا نہ عذاب ملا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس کا حال سنا تو فرمایا کہ بہت اچھا حال ہوا کہ اس پر صدقہ کے سبب سے عذاب نہ ہوا یہ تو عین احسان ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ کا فرمان:

مروی ہے کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اخلاص عیوب سے عمل کو ایسا جدا کر دیتا ہے جیسے دودھ گوبر اور خون سے الگ ہوا کرتا ہے۔

نقل ہے کہ:

ایک شخص عورتوں کا لباس پہن کر جہاں عورتوں کا مجمع ہوتا شادی غمی میں جایا کرتا۔ ایک دن کسی مجمع میں گیا اور وہاں ایک موتی چوری ہو گیا لوگوں نے شور مچایا کہ دروازہ بند کر دو کہ ہم تلاشی لے لیں پس ایک ایک کی تلاشی لینی شروع کی یہاں تک کہ اس شخص کی باری آ گئی اس نے اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ دعا مانگی اور کہا الٰہی اگر میں اس رسوائی سے نجات پاؤں تو پھر کبھی بھیس نہ بدلوں گا وہ موتی ایک عورت کے پاس سے نکلا اور لوگوں نے پکار کر کہا کہ موتی مل گیا اب کسی کی تلاشی نہ کی جائے سب کو چھوڑ دو اس شخص کو بھی چھوڑ دیا گیا۔

بعض صوفیہ سے روایت ہے:

میں ابو عبید تستری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کھڑا تھا اور وہ عصر کے بعد عرفہ کے روز اپنی زمین جوت رہے تھے اتنے میں ان کا بھائی ابدال آیا اور خاموشی سے ان سے کچھ کہا ابو عبید نے جواب دیا کہ نہیں، وہ وہاں سے بادل کی طرح زمین ناپنے لگے حتیٰ کہ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے ابو عبید سے پوچھا کہ انہوں نے آپ سے کیا کہا تھا انہوں نے کہا کہ مجھ سے کہتے تھے کہ میرے ساتھ حج کو چلو میں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ آپ نے حج کیوں نہ کیا انہوں نے کہا کہ مجھے حج کی نیت نہ تھی میں نے یہ نیت کی تھی کہ اس زمین کو شام تک جوت لوں تو اس بات سے خوف کیا کہ اگر ان کی خاطر حج کو چلا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے کام میں دوسری چیز داخل کرتا اس صورت میں جو کام میں کر رہا ہوں وہ میرے نزدیک ستر حجوں سے بڑھ کر ہے۔

بعض اکابر سے منقول ہے کہ:

میں تری کے راستے جہاد کو چلا ایک شخص نے ہم سے توشہ دان بیچنا چاہا میں نے کہا اسے قیمتاً خریدلوں جہاد میں کام آئے گا جب فلاں شہر میں پہنچوں گا تو اسے فروخت کردوں گا کچھ فائدہ تو رہے گا اس خیال سے اسے خریدلیا اسی رات خواب میں دیکھا کہ گویا دو شخص آسمان سے اترے ہیں ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ غازیوں کو لکھ لو دوسرا اسے بتانے لگا کہ فلاں شخص سیر کو نکلا اور فلاں شخص ریا کے لیے اور فلاں تجارت کے لیے اور فلاں شخص خدا کی راہ میں پھر اس نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ لکھو یہ تجارت کے لیے نکلا میں نے کہا خدا سے ڈرو میں تجارت کے لیے کب نکلا ہوں میرے پاس کیا ہے جس سے میں تجارت کروں گا اس نے کہا حضرت آپ نے کل توشہ دان خریدا ہے اور تمہاری نیت ہے کہ اس میں سے کچھ فائدہ تمہیں ملے میں رونے لگا اور کہا مجھے تاجر مت لکھو اس نے دوسرے شخص کی طرف دیکھا اور کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے اس نے کہا کہ یوں لکھنا چاہیے فلاں شخص غزا کے لیے نکلا مگر اس نے راہ میں ایک توشہ دان خریدلیا کہ اس سے نفع ہو اس پر خدا تعالیٰ جو چاہے گا حکم فرمادے گا۔

مروی ہے کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر تم تنہائی میں اخلاص کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھو تو اس سے بہتر ہے ستر یا سات سو احادیث اسناد کے ساتھ لکھو۔

بعض کا قول ہے کہ:

ایک ساعت کے اخلاص میں ہمیشہ کی نجات ہے لیکن اخلاص کمیاب ہے۔

اور یوں فرمایا کہ:

علم تخم ہے اور عمل کھیتی ہے اور اس کا پانی اخلاص ہے۔

بعض کا قول ہے کہ:

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو اس میں تین باتیں ڈال دیتا ہے اور تین نہیں ڈالتا نیک بختوں کی صحبت عطا کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ ان سے کوئی بات قبول کرلے نیک اعمال عنایت فرماتا ہے مگر ان میں اخلاص نہیں ڈالتا، حکمت دیتا ہے مگر اس میں صدق نہیں دیتا۔

حضرت سوسی رحمۃ اللہ عیہ نے فرمایا:

خلائق کے عمل سے اللہ تعالیٰ کی مراد صرف اخلاص ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ وہ عاقل ہوتے ہیں اور جب عاقل ہوتے ہیں تو عمل کرتے ہیں اور جب عمل کرتے ہیں تو اخلاص کے ساتھ کرتے ہیں پھر اخلاص انہیں تمام نیکیوں کی اقسام کی طرف بلاتی ہے۔

حضرت محمد بن سعید مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تمام معاملہ دو اصلوں کی طرف رجوع کرتا ہے ایک اس کا فعل تیرے ساتھ ہے دوسرا تیرا فعل اس کے لیے پس جو کچھ وہ تیرے ساتھ کرے اس پر تو راضی رہنا چاہیے جو تو اس کی خاطر کرے اس میں اخلاص لانا چاہیے اگر یہ دونوں باتیں

بن جائیں تو تُو دونوں جہانوں میں فلاح حاصل کر لے گا۔

اخلاص کا معنی اور تعریف:

اخلاص کا معنی یہ ہے کہ عمل ان تمام آمیزشوں سے خالی ہو خواہ یہ آمیزشیں تھوڑی ہوں یا زیادہ یہاں تک کہ باعث بجز تقرب کے ارادہ کے اور کوئی نہ ہو اور یہ بات اس شخص سے حاصل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا محب اور آخرت کے لیے سرگرداں ہو اس طرح کہ دنیا کی محبت کی اس کے دل میں گنجائش باقی نہ ہو حتیٰ کہ کھانا پینا اس کو کچھ محبوب معلوم نہ ہوتا ہو اس میں اس کی رغبت ایسی ہو جس طرح کہ قضائے حاجت کے لیے ہوتی ہے کہ سرشت کی رو سے ضرور معلوم ہو یعنی کھانے کی رغبت اس وجہ سے نہ ہو کہ کھانا ہے بلکہ اس نظر سے ہو کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی عبادت پر تقویت ملے گی اور تمنا کرے کہ کیا خوب ہو جو بھوک کی آفت سے محفوظ ہو جائے کہ پھر کھانے کی حاجت نہ رہے اور نہ ہی دل میں کسی فضول امر کا حظ حاجت سے زیادہ رہے اور اس کے نزدیک قدر ضرورت مطلوب ہو اس نظر سے کہ دین کی ضرورت ہے پس فکر الٰہی کے علاوہ اور کوئی فکر نہ ہو تو اس طرح کا آدمی اگر کھائے گا یا پیے یا قضائے حاجت کرے تو تمام صورتوں میں خالص العمل اور درست نیت ہوگا۔ بلکہ تمام حرکات وسکنات میں اس کی نیت درست ہو گی یہاں تک کہ مثلاً سوئے گا تا کہ نفس کو آئندہ کی عبادت کے لیے قوت و راحت ہو جائے تو اس کا سونا بھی عبادت میں شمار ہوگا اور اس میں بھی اسے مخلصین جیسا درجہ ملے گا اور جس کا حال ایسا نہ ہوگا تو اعمال میں اخلاص کا ہونا اس

کے لیے بہت ہی نادرو کم ہوگا کہ جس طرح حرکات وسکنات ایسے شخص کی جو اپنے اوپر محبت الٰہی اور محبت آخرت غالب رکھتا ہو اس کی ہمت کی صفت حاصل کر کے بالکل اخلاص ہو جاتی ہے اسی طرح جس شخص کے نفس پر دنیا اور ریاست و بڑائی یا کوئی اور غیر اللہ غالب ہو جائے تو اس کی حرکات وسکنات اسی کی صفت پیدا کر لیتے ہیں پس اس کی عبادت خواہ نماز ہو یا روزہ سلامت نہیں رہتے بہت کم اخلاص اس میں ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص کا یہ علاج ہے کہ نفس کے حظوں کو توڑے اور دنیا کی طمع کو قطع کرے اور آخرت کے لیے اس طرح خالص ہو کر رہے کہ وہی دل پر غالب ہو جائے تب ہی اخلاص میسر ہوگا۔ بہت سے اعمال ایسے ہیں کہ انسان اس میں مشقت کیا کرتا ہے اور انہیں اپنے گمان میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے سمجھتا ہے حالانکہ وہ مغالطہ میں ہے اس لیے کہ اس کو ان میں آفت کی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔

منقول ہے کہ بعض اکابرین نے فرمایا:

میں نے تیس سال کی نماز پہلی صف میں پڑھی پس میں نے لوگوں سے نہایت شرم کی کہ انہوں نے مجھے دوسری صف میں دیکھا اس وقت میں نے جانا کہ لوگ جو مجھے پہلی صف میں دیکھتے تھے اس میں مجھے خوشی اور راحت قلبی ہوتی تھی اور مجھے اس کی خبر نہ تھی اور یہ بات ایسی باریک اور خفیہ ہے کہ اس جیسے امور سے اعمال خالی ہوتے ہیں اور نہ ہی ہر ایک کو ان کی خبر ہوتی ہے بجز ان کے

جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے اور جو اس سے غافل ہیں وہ آخرت میں اپنی تمام نیکیوں کو برائی کی صورت میں دیکھیں گے اور ایسے ہی لوگ صاحب مراد ہیں۔

اخلاص مشائخ کی نظر میں

حضرت سوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اخلاص اس کا نام ہے کہ اخلاص پر نظر نہ رہے اس لیے کہ جو اپنے اخلاص کو دیکھے گا تو اس کے اخلاص کے لیے حاجت اخلاص کی رہے گی۔

اس قول میں یہ اشارہ ہے کہ عمل کو عجب سے صاف کرنا چاہیے کیونکہ اخلاص کی طرف نظر کرنا عجب ہے جو منجملہ آفات ہے اور خالص اسی کو کہتے ہیں جو تمام آفات سے صاف ہو تو جس اخلاص میں عجب ہو گا اس میں ابھی ایک آفت باقی ہے۔

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اخلاص یہ ہے کہ بندے کی حرکات و سکنات خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں۔

یہ تعریف جامع ہے کہ غرض کو محیط ہے اور اسی معنوں کے لیے فائدہ مند ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص کا سچا کرنا نیت پر ہے۔

مروی ہے کہ:

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے سخت تر نفس پر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا اخلاص اس وجہ سے کہ نفس کو اس میں کچھ بہرہ نہیں۔

حضرت رویم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عمل اخلاص کا نام ہے کہ مخلص اس پر دونوں جہانوں میں کچھ بدلہ نہ چاہے۔

اس قول میں یہ اشارہ ہے کہ حظوظ نفس خواہ دنیاوی ہوں یا اخروی سب آفت ہیں تو جو شخص اس لیے عبادت کرے کہ جنت میں نفس کو شہوات سے آسائش ملے وہ آفت زدہ ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ عمل سے سوائے اللہ تعالیٰ کی رضا کے کچھ نہ چاہے اور یہ قول اشارہ ہے صدیقین کے اخلاص کی طرف اسی کو اخلاص محض کہتے ہیں اور جو شخص جنت کی توقع کرتے ہوئے یا دوزخ کے خوف سے عمل کرے وہ دنیوی اعتبار کے لحاظ سے دنیوی لذات کے البتہ مخلص ہے لیکن اصل میں وہ حظ شکم اور شرم گاہ کا طالب ہے اور اہل حق کے نزدیک مطلوب حقیقی صرف رضائے الٰہی ہے نہ کوئی حظ اس کے سوا اور جو یہ کہتے ہیں کہ انسان کسی نہ کسی حظ کے لیے حرکت کیا کرتا ہے اور حظوں سے بری ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو اس سے بری ہونے کا دعویٰ کرے کافر ہے چنانچہ قاضی ابوبکر باقلا رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جو حظ سے بری ہونے کا دعویٰ کرے اور فرمایا کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے اور انسان اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا تو یہ سب درست ہے مگر لوگوں کی مراد حظوں سے بری ہونے سے یہ ہے کہ ان حظوں سے بری ہو جنہیں

لوگ حظ کہتے ہوں اور لوگ جنہیں حظ کہتے ہیں وہ شہوات مذکورہ جنتیوں کی ہیں اور صرف معرفت، مناجات اور دیدارِ الٰہی کی لذت جو اہل دل کا حظ ہے اس کو لوگ حظ نہیں جانتے بلکہ اس سے تو لوگ تعجب کرتے ہیں حالانکہ یہ اتنا بڑا حظ ہے کہ اگر تمام جنت کے مزے طاعات اور مناجات اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ کے بدلے ان لوگوں کو دیے جائیں تو ان کو حقیر جانیں اور ذرا متوجہ نہ ہوں تو ان لوگوں کی حرکت اور اطاعت سب حظ کے لیے ہے مگر ان حظوں کے لیے نہیں جن کو عوام حظ کہتے ہیں ان کا حظ صرف ان کا معبود ہے اور کوئی چیز نہیں۔

حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اخلاص یہ ہے کہ خالق کی طرف دائمی نظر رکھ کر مخلوق کے دیکھنے کو فراموش کر دیا جائے۔

اس قول میں اشارہ صرف آفت ریا سے محفوظ رہنے کا ہے۔

بعض سلف صالحین نے فرمایا:

عمل میں اخلاص یہ ہے کہ اس پر نہ شیطان کو خبر ہو کہ اس کو بگاڑے اور نہ ہی فرشتوں کو خبر ہو کہ اس کو لکھیں۔

اس میں اشارہ صرف عمل کے اخفاء کا ہے۔

بعض نے فرمایا:

اخلاص وہ ہے جو مخلوق سے پوشیدہ اور علائق سے مصفا ہو۔

یہ قول جامع تر مقاصد کا ہے۔

حضرت محاسبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اخلاص یہ ہے کہ رب کے معاملے میں مخلوق کو نکال ڈالے۔

اس میں صرف ریا کی نفی ہے۔

حضرت خواص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جو شخص جام ریاست نوش کرتا ہے وہ عبودیت کے اخلاص سے نکل جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان:

حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اعمال میں خالص کونسا عمل ہے تو آپ نے فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرتا ہے اور اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اس پر اس کی تعریف کرے۔

اس قول میں بھی ترک ریا کی طرف اشارہ ہے اور اس کو خالص اس لئے فرمایا کہ جن اسباب سے اخلاص میں خرابی پیدا ہوتی ہے ان میں سے یہ قوی تر ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اخلاص کدورتوں سے عمل کو صاف کرنے کا نام ہے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لوگوں کے لیے عمل ترک کرنا ریا اور ان کی خاطر عمل کرنا شرک ہے اور

اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان دونوں باتوں سے محفوظ رکھے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا:

اخلاص یہ ہے کہ ہمیشہ مراقبہ رکھے اور حظوظ کو بالکل فراموش کر جائے۔

یہ بیان کامل ہے اور اس کے متعلق بہت سے اقوال ہیں مگر جب اخلاص کی حقیقت معلوم ہوئی تو اب تمام اقوال کے نقل کرنے سے کیا فائدہ بلکہ شافی بیان وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخلاص کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَن تَقُولَ رَبِّیَ اللّٰہُ ثُمَّ تستَقِیمَ کَمَا اُمِرتَ

ترجمہ: تو کہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے پھر مستقیم رہے جبکہ تجھ کو حکم دیا گیا۔

اس سے غرض یہ ہے کہ اپنے نفس اور ہوا کی عبادت نہ کرے اور بجز اپنے رب کے کسی کی عبادت نہ کرے پھر اس کی عبادت میں جیسا حکم ہے ویسا ہی مستقیم بنا رہے یعنی اللہ کے سوا تمام سے منہ موڑے یہی سب سے بڑا اخلاص ہے۔ (۲۷)

نیت دل کا فعل ہے:

علماء کرام نے جو نیت نماز کے بارے میں کہا ہے کہ دل سے نیت کرنے کے باوجود زبان سے نیت کرنا بھی درست ہے حالانکہ زبان سے نیت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ صحیح روایت سے ثابت ہے اور نہ ہی ضعیف روایت سے اور نہ ہی

صحابہ کرام اور تابعین عظام سے یہ ثابت ہے کہ وہ زبان سے نیت کرتے تھے بلکہ دستور یہ تھا کہ جب اقامت ہوتی تھی تو ساتھ ہی وہ تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔ زبان سے نیت کرنا بھی بدعت ہے اور علماء نے اس کو بدعت حسنہ لکھا ہے اور یہ فقیر یہ سمجھتا ہے کہ یہ بدعت سنت کو کجا فرض کے خاتمے کا سبب بن رہی ہے کیونکہ زبان سے نیت کے جائز ہونے کی صورت میں لوگ زبان سے نیت پر ہی کفایت کر بیٹھیں گے اور دل سے غفلت کی کچھ پرواہ نہ کریں گے پس اس ضمن میں نماز کے فرائض میں سے ایک فرض نیت قلبی بھی چھوٹ جائے گا جس سے نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ''حاشیہ طحطاوی'' میں فرماتے ہیں:

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سند صحیح یا ضعیف سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے نماز کے آغاز میں یہ کہا ہو ''نیت کرتا ہوں فلاں نماز کی وغیرہ'' نہ ہی صحابہ اور تابعین سے اس کا کوئی ثبوت موجود ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور زبان سے ان الفاظ کو اس طرح ادا کرنا بدعت ہے۔

مجمع الروایات میں ہے کہ

التلفظ بالنية كرهه البعض

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کی تادیب فرمائی تھی جبکہ بعض فقہا نے اس کو جائز اور مباح لکھا ہے تاکہ قلب کا فعل زبان سے بھی ادا ہو جائے

جبکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کو سزا دی جس نے بلند آواز سے نیت کی البتہ آہستہ اور خفی آواز میں جسے کوئی دوسرا نہ سنے اگر کوئی کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور ہمارے مشائخ میں سے بعض جنہوں نے یہ کہا کہ نیت تلفظ کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے تو اس سے مراد سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہے بلکہ بعض بزرگوں کا یہ طریق رہا ہے کیونکہ زمانے کے اختلاف اور کثرت شواغل کے باعث یعنی لوگوں کی دنیاوی مصروفیات کے باعث دلوں کے احوال تبدیل ہو گئے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''**الکشف و التبیین فی غرور الخلق اجمعین**'' میں فرماتے ہیں: کہ ایک گروہ ایسا ہے کہ جن پر نماز کی نیت میں ہی وسوسے کا غلبہ ہو جاتا ہے اور شیطان ان کو نیت صحیح نہیں کرنے دیتا بلکہ اس طرح کی وسوسہ اندازی کرتا ہے کہ ان کی جماعت تک فوت ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ نماز کا وقت نکل جاتا ہے اسی طرح تکبیر تحریمہ میں بھی ان کا دل تردد کا شکار رہتا ہے اور وہ نیت درست نہیں کر پاتے کیونکہ محض زبانی نیت کرنے کی وجہ سے وہ لوگ احتیاط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہتمام سے نیت کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس شدت احتیاط میں وہ درست طور پر تکبیر کو ادا نہیں کر پاتے اور سورۃ فاتحہ کا سماع ان سے چھوٹ جاتا ہے اور یہ سب نماز کی ابتدا میں ہو رہا ہوتا ہے جس سے وہ بالکل غافل ہوتے ہیں ان کا دل نماز میں حاضر نہیں ہوتا اور وہ اسی بات پر دھوکے میں ہوتے ہیں کہ ہم نے صحیح طور پر نیت کو زبان سے ادا کر لیا لیکن وہ یہ

نہیں جانتے کہ نماز میں حضورقلب واجب ہے، ابلیس نے اس بات پر انہیں دھوکے میں ڈال دیا ہے اوران کے لیے اسی عمل کو مزین (سجا) کردیا ہے اور وہ اس کو احتیاط خیال کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم عام نمازیوں سے ممتاز ہیں اور شیطان ان کو اس بات سے دھوکے میں ڈال دیتا ہے کہ ہم نے بہت احتیاط واہتمام سے نیت کی اور نماز ادا کی اور ہم اپنے رب کے نزدیک بہت ہی بہترین حالت میں ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مزید رقم طراز ہیں:

لوگ اس آیت سے غافل ہیں:

اِلَّا مَنۡ اَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ (۲۸)

ترجمہ: سوا اس شخص کے جو اللہ کے حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہوا۔

اور اپنے دلوں سے غافل ہو کر اپنے ظاہر میں مشغول ومصروف رہتے ہیں تو جو شخص اپنے قلب کو مصفی نہیں کرتا اس کی عبادات درست نہیں ہوتیں وہ اس مریض کی طرح ہے جس کی پٹی اتر گئی ہو اور اس کو طبیب نے دوائی وغیرہ پینے سے روک دیا ہو اور اس کے ظاہری معاملات تو درست ہو گئے ہوں لیکن اندرونی طور پر اس کی بیماری کا اثر زائل نہ ہوا ہو اور وہ شخص اسی پر راضی ہو جائے اور یہ خیال کرے کہ میں صحت مند ہو گیا ہوں اور اندرونی بیماری کی پرواہ نہ کرے۔

نماز میں تعدیل ارکان:

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ

دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ يُصَلِّي كَمَا صَلّٰى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَافْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا (۲۹)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک مرتبہ) مسجد میں تشریف لے گئے اسی وقت ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ جا نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ لوٹ گیا اور اس نے نماز پڑھی جیسے اس نے پہلے پڑھی، پھر آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے فرمایا کہ نماز پڑھ، کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ (اسی طرح) تین مرتبہ (ہوا) تب وہ بولا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے بہتر

ادا نہیں کر سکتا۔ لہٰذا آپ مجھے تعلیم کر دیجئے، آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، اس کے بعد جتنا قرآن تم کو یاد ہو اس کو پڑھو، پھر رکوع کرو، یہاں تک کہ رکوع میں اطمینان سے ہو جاؤ، پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان سے ہو جاؤ، پھر سر اٹھاؤ، یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی پوری نماز میں اسی طرح کرو۔

تشریح شرح منیۃ المصلی میں لکھا ہے کہ تعدیل ارکان یعنی رکوع وسجود میں اتنا ٹھہرنا کہ جسم کے تمام اعضاء بدن اپنی اپنی جگہ آجائیں۔ اس حدیث کی بنا پر حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل اور حنفیہ میں حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک فرض ہے اور اس کی ادنیٰ مقدار ایک تسبیح کے بقدر ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک تعدیل ارکان واجب ہے۔ پھر منیۃ المصلی میں یہ بھی لکھا ہے کہ رکوع سے اٹھ کر کھڑے ہونا یعنی قومہ اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا یعنی جلسہ اور طمانیت یہ سب چیزیں بھی حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک فرض اور حضرت امام ابو حنفیہ وحضرت امام محمد رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک سنت ہیں۔

جمہور علماء جن میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابو یوسف شامل ہیں کا مذہب یہ ہے کہ رکوع وسجدہ میں تعدیل، قومہ، جلسہ فرض ہیں جبکہ علماء احناف میں سے ایک جماعت نے تعدیل ارکان کے وجوب کا قول بھی کیا ہے جسے محققین

نے پسند کیا ہے جبکہ ایک جماعت نے تعدیل ارکان کے بارے میں سنت موکدہ کا قول بھی کیا ہے۔

شرح مجمع البحرین میں امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ تعدیل ارکان سے مراد سجدے اور رکوع اور اسی طرح قومہ اور جلسہ کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا یہ فرض ہے اور اس کو چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

محمد بن یحییٰ بن مہدی ابوعبداللہ الجرجانی کی روایت کے مطابق تعدیل ارکان سنت اور امام ابوالحسن کرخی کے مطابق تعدیل ارکان واجب ہے۔[۳۰]

قاضی امام صدرالاسلام ابوالسیر فتاویٰ ظہیریہ میں فرماتے ہیں:

ان من ترك الاعتدال فی الرکوع و السجود یلزمه الاعادہ

تعدیل ارکان کو ترک کرنا نماز کے اعادہ کو لازم کر دیتا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی ترک تعدیل ارکان میں نماز کے اعادے کو لازم قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح ہر وہ نماز جو مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کے اعادہ کے واجب ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

نماز میں خشوع وخضوع:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں مومنین کی نماز کی ایک نشانی یہ بتائی کہ وہ اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۔ (۳۱)

ترجمہ: جن کے دل نماز میں خوف الٰہی سے لبریز ہوتے ہیں۔

اس لیے نماز کی اصل روح خشوع اور خضوع ہے اس لئے کہ نماز ہی وہ عبادت ہے جو بندہ کی اپنے رب کے سامنے انتہائی بے چارگی اور اس کے عجز کے اظہار کا ذریعہ ہے لہٰذا نماز کے اندر جتنا زیادہ خشوع وخضوع ہوگا اتنی ہی اعلیٰ درجہ تک رسائی ہوگی۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةُ مَثْنٰى مَثْنٰى تَشَهَّدُ فِیْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَتَخَشَّعُ وَتَضَرَّعُ وَتَمَسْكَنُ وَتَذَرَّعُ وَتُقْنِعُ يَدَيْكَ۔ (۳۲)

ترجمہ: فضل بن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہے اور ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہے اور خشوع عاجزی سکون سے دونوں ہاتھوں کو اٹھانا ہے۔

نماز میں حضور قلب اور خشوع وخضوع کا ہونا ہی نماز کی اصل ہے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''الکشف والتبیین فی غرور الخلق اجمعین'' میں فرماتے ہیں: ہم نے صحیح طور پر نیت کو زبان سے ادا کرلیا لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ نماز میں حضور قلب واجب ہے، تو جو شخص اپنے قلب کو صاف نہیں کرتا

اس کی عبادات درست نہیں ہوتیں۔

اور یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ خشوع کا مرکز ومحور دل ہے جتنا زیادہ خشوع وخضوع دل میں ہوگا اسی قدر اس کا اثر اعضاء پر ہوگا اور پھر وہ نماز و عبادات سے بھی جھلکے گا۔

نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جائے:

نماز میں خشوع وخضوع کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی نماز پڑھے تو نماز کے جتنے ظاہری وباطنی آداب ہیں سب بجالائے اور سب کی رعایت کرے۔

خشوع خضوع کا آغاز نماز سے نہیں ہوتا بلکہ جب کوئی آدمی نماز کے ارادے سے وضو کرے تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کی تمام شرائط وآداب کو ملحوظ رکھے اور حضور قلب کے ساتھ وضو کرے تاکہ وضو پورے کمال اور حسن کے ساتھ ادا ہو۔ چنانچہ علماء اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ جس قدر توجہ اور حضورِ قلب وضو میں حاصل ہوگا اسی قدر نماز میں خشوع وخضوع اور توجہ پیدا ہوگی۔ نماز میں وسواس اور خیالات کے آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نماز کا وضو کامل شرائط و آداب کی رعایت کے ساتھ نہیں کیا جاتا جس کا اثر نماز میں وسواس وخیالات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

تمہید

اس موضوع کی اہمیت اور نوعیت کے حوالے سے ابتدا میں ان محرکات کا ذکر ضروری ہے جو اس موضوع کے انتخاب کی وجہ بنے جہاں اور بہت سے محرکات تھے وہیں ایک خاص محرک مستشرقین (Orientalists) یعنی غیر مسلم مؤرخین ہیں۔ ان کا تعلق چاہے دنیا کے کسی بھی مذہب سے ہو انہوں نے سیرت طیبہ میں نسل انسانی کے سب سے بہترین انسان، منتخب، اور برگزیدہ شخص جیسے الفاظ استعمال کئے جو کسی عقیدت مند امتی کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ پوری نسل انسانی کا بلا تمیز مسلک و مذہب اتفاق ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا انسان نہ کبھی آیا اور نہ کبھی آئے گا اور اس پر نسل انسانی کے تمام مؤرخین کا اجماع ہے۔ ہر مذہب اور فکری مسلک سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے سیرت طیبہ پر قلم اٹھایا ہے۔ مارگولیتھ (Margoleath) ایک مستشرق ہے جس نے ۱۹۰۵ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایک کتاب لکھی اور غیر مسلم ہونے کے باوجود اس کتاب کے دیباچہ میں وہ لکھتا ہے: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ شخصیت ہیں کہ ان کے سیرت نگاروں کا سلسلہ نہ ختم ہونے والا ہے اور ایسا ممکن نہیں ہے کہ کوئی

سیرت نگار اور قلمکار ایسا اٹھے جو اپنے قلم کی جولانیوں سے اور اپنی فکر کی فراوانیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت نگاری کا حق ادا کر سکے۔ میرا اس موضوع پر قلم اٹھانے کا ایک اور بھی مقصد ہے اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیرت نگاروں میں اپنا نام لکھوانے کا شرف حاصل ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کا شرف ہمیں براہ راست حاصل ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ خاص فضل و کرم ہے کہ جس طرح اس نے اپنے نبیوں اور رسولوں میں سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منتخب فرمایا اسی طرح اولاد آدم میں سے کچھ خوش نصیبوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی بنانے کے لئے منتخب فرمایا۔

لیکن مستشرقین میں سے ایک طبقہ ایسا بھی اٹھا جنہوں نے دشمنی اور تعصب کی نظر سے سیرت کا جائزہ لیا اور کچھ اعتراضات اٹھائے اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اعتراض اٹھانے والوں نے بھی بہت کوشش، تجسس، تلاش بسیار کے بعد اپنی دانست میں جو عیب ڈھونڈنے میں کامیاب ہوئے ان میں سے ان کے خیال میں ایک بڑا عیب یہ تھا کہ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کے بڑے رسیا تھے انہوں نے بکثرت نکاح فرمائے اور اس کی وجہ وہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ مغلوب الشہوت (Over Sexed) تھے۔ یہ ایک ایسا اعتراض تھا جس پر سیرت طیبہ کا کوئی بھی طالب علم بے ساختہ مسکرا اٹھتا ہے اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ پورے یورپ نے مل کر اس بے عیب ہستی میں جو عیب ڈھونڈا ہے وہ کتنا مضحکہ خیز ہے اس بحث کی جزئیات میں جائے بغیر

یہاں اس بحث کو بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ کو ان محرکات کا علم ہو جائے جنہوں نے مجھے اس موضوع پر لکھنے کے لئے مجبور کیا۔ پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت کے ایک جج جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا ہے آپ نے مستشرقین کے ان اعتراضات، جس کی طرف آپ کی ابھی توجہ دلائی، کے جواب میں ایک کتاب انگریزی میں تلاش کرلی ہے (1)۔ اس کتاب میں جسٹس صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امہات المومنین کے ساتھ بکثرت نکاح فرمانے کی خصوصیات اور حکمتیں جو اس دور کے تقاضوں کے مطابق پوشیدہ تھیں اور جو ضرورتیں ایک مشنری شخص کو، جو لوگوں کی دعوت واصلاح پر مامور ہو کر آیا ہو، پیش آسکتی ہیں بیان کیں ہیں، وہ بھی ایک مافوق الفطرت شخص ہونے کے ناطے سے نہیں بلکہ بطور ایک بشر اور انسان ہونے کے ناطے سے۔ اسی پس منظر میں جب یہ کتاب لکھی جا رہی تھی جسٹس صاحب نے مجھے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے حوالے اس کتاب میں کوئی کمی یا کسر نہ رہ جائے اور میں اس کتاب کو بارگاہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کرنا چاہتا ہوں تو آپ اس حوالے سے مجھے مشورہ دیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میری نظر میں ایک چیز ہے۔ جو اعتراضات مستشرقین کی طرف سے کئے جاتے ہیں وہ یقیناً ان کی کم علمی اور عدم فہمی کا نتیجہ ہے ورنہ انہی میں ایسے ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے کئی کئی سال سیرت طیبہ کا بغور جائزہ لیا اور آخر مرنے سے پہلے ان میں سے کئی اسی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر اس دنیا سے رخصت

ہوئے۔آپ کا تعلق دنیا کے کسی بھی مذہب سے ہو جب آپ غیر جانب دار بن کر سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز وشب کے * معمولات کو ہی اگر پڑھ لیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ وہ شخص جس کی رات کا ایک تہائی سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کے آگے سجدے میں روتے اور گڑگڑاتے گزرتا ہو وہ شخص کیسے مغلوب الشہوت ہو سکتا ہے۔اس پر ان جسٹس صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس حوالے سے جو مواد آپ کی نظر میں موجود ہو اس کو یکجا کر دیا جائے تا کہ اس کو کتاب کا حصہ بنایا جا سکے۔

اس موضوع پر اعتراض اٹھانے والوں کا ایک جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پہلا نکاح ۲۵ سال کی عمر میں ایک ۴۰ سالہ بیوہ عورت سے کیا اور باقی تمام نکاح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری دس سالوں میں کئے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کے ۵۳ سے لے کر ۶۳ سال تک کی عمر کا عرصہ بنتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا نکاح ہجرت کے آخری سال میں فرمایا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو پہلی اور آخری کنواری زوجہ محترمہ تھیں وہ مدینہ میں آنے کے بعد آپ کے حرم میں داخل ہوئیں تھیں نکاح میں آپ آ چکیں تھیں لیکن رخصتی بعد میں ہوئی۔مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نبی ہیں جنہوں نے ۲۷ غزوات

---

*(The Polygamy of the Prophet) جس کا ترجمہ بنام ''امہات المومنین اور مستشرقین'' شائع ہو چکا ہے۔

بنفس نفیس لڑے اور ان میں ایسے غزوات بھی تھے کہ جن میں شرکت کے لئے ایک ایک مہینہ کا سفر کرنا پڑا ایسا شخص کیسے مغلوب الشہوت ہو سکتا ہے جس کے پاس ہر چیز بلا شرکت غیرے موجود ہو اور کوئی روکنے ٹوکنے والا بھی نہ ہو اور جس کی عمر کے آخری سال جنگ کے میدانوں اور محاذوں میں گزرے ہوں۔ اصل میں یہ صرف کم علمی اور عدم فہمی کی بنا پر ہی ہے۔

اعلان نبوت سے پہلے عین شباب کے دور پر نظر دوڑائی جائے تو بھی حقائق حیرت انگیز حد تک معترضین کے قائم کردہ مفروضات سے مختلف نظر آتے ہیں۔ ہر قسم کے سامان تعیش اور اسباب لذت کی عام دستیابی کے باوجود سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق اور امین کی مسند پر متمکن دکھائی دیتے ہیں اور غار حرا کی خلوتوں میں مہینوں ستو اور جو کی غذا کے ساتھ گوشہ نشین اور محو تذکار رب العلمین پائے جاتے ہیں۔

یاد جب خلوت خورشید حرا آتی ہے
گوشہ قلب سے اقراء کی صدا آتی ہے

(محمد شہزاد مجددی)

❁❁❁❁

سیّد العابدین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذوق نوافل
(آیات واحادیث کی روشنی میں)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ○ (۳۳)

ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور اپنے رب کی اتنی عبادت کرو کہ یقین کی انتہائی منزل پر فائز ہو جاؤ۔

ازروئے قرآن رات کی نماز میں کثرت تلاوت ایک اہم جز اور لازمی چیز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (۳۴)

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں قرآن کی تلاوت کے ساتھ نماز تہجد ادا کریں یہ نماز خاص آپ کے لئے فرض ہے، قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے۔

یعنی رات کو تلاوت قرآن پر مشتمل نماز ادا کریں اسی لئے احادیث صحیحہ اس بات پر شاہد ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی نماز میں سورۃ البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ اور الانعام ایک ایک رکعت میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری ومسلم میں ان الفاظ سے روایت ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضَى فَقُلْتُ يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ فَمَضَى فَقُلْتُ يَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُولُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ قَامَ طَوِيلًا قَرِيبًا مِمَّا رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ قِيَامِهِ (٣٥)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورت البقرہ شروع فرما دی تو میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو آیات پر رکوع فرمائیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے چلے میں نے دل میں کہا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سورت کو دو رکعتوں میں پوری فرمائیں گے پھر آگے چلے میں نے دل میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ایک پوری سورت پر رکوع فرمائیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورت نساء شروع فرمادی پوری سورت پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورت آل عمران شروع فرمادی اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترتیل اور خوبی کے ساتھ پڑھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت سے گزرتے کہ جس میں تسبیح ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُبْحَانَ اللهِ کہتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایسے سوال سے گزرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوال فرماتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعوذ والی آیت پر سے گزرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پناہ مانگتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع فرمایا اور (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ) پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رکوع بھی قیام کے برابر ہو گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ) کہا پھر اس کے بعد رکوع کے برابر دیر تک لمبا قیام فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا اور آپ کا سجدہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کے برابر لمبا تھا۔

سنن نسائی میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈرائے جانے والی آیات یا اللہ کی عظمت وجلال والی آیات سے گزرتے تو (موقع کے مطابق) اللہ کا ذکر کرتے۔[۳۶]

ان احادیث کے علاوہ ایسی روایات بھی ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ

دعائیں مذکور ہیں جو آپ رات کو بیدار ہونے پر مانگا کرتے تھے۔ ان طویل اذکار و ادعیہ کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس درجہ ہمہ تن متوجہ الی اللہ رہتے تھے اور تمام دنیوی اشغال و مصروفیات کے باوجود اپنے رب سے مستقل وابستگی رکھتے تھے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ (۳۷)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کا ذکر ہر حال میں کرتے تھے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رکوع کی مقدار، علالت کے دنوں میں، چالیس آیات کی تلاوت جتنی ہوتی تھی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ إِنْسَانٌ أَرْبَعِينَ آيَةً (۳۸)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے پھر جب رکوع کرنے کا ارادہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو

کر رکوع فرماتے۔(اتنی مقدار کے لئے کھڑے ہوتے) جتنی مقدار میں ایک انسان چالیس آیات پڑھ سکتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

عَنْ عَائِشَةَ وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ وَيَسْجُدُ فِيهِنَّ سَجْدَةً بِقَدْرِ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الْأَذَانِ الْأَوَّلِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ (۳۹)

ترجمہ:

حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر فجر تک گیارہ رکعات پڑھتے۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر پڑھتے اور ان رکعات میں سجدہ سے سر اٹھانے سے قبل اتنی دیر تک سجدہ میں رہتے جتنی دیر میں تم پچاس آیات کی تلاوت کرو۔ جب میں نماز صبح کی اذان سے فارغ ہوتی تو کھڑے ہو کر مختصر سی دو رکعتیں پڑھتے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ لَيْلَةً (۴۰)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہجد کی نماز کا قیام قرآن کی ایک آیت کے ساتھ بھی فرمایا ہے۔

ائمہ محدثین کی تصریحات کے مطابق یہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۱۸ ہے: (۴۱)

وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (۴۲)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا۔ (۴۳)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اس قدر قیام کرتے کہ آپ کے دونوں پاؤں سوج جاتے کسی نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں آپ نے فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ قُلْنَا وَمَا هَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۴۴)

ترجمہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں نے ایک امر ناگوار کا ارادہ کیا ہم نے پوچھا کہ کس چیز کا آپ نے ارادہ کیا تھا انہوں نے کہا کہ میں نے قصد کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دوں اور آپ بیٹھا رہوں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتَّى أَسَنَّ فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثِينَ آيَةً أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً ثُمَّ رَكَعَ (۴۵)

ترجمہ:

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کی نماز کبھی بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ جب آپ آخری عمر کو پہنچے تو بیٹھ کر قرأت کرتے تھے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہوجاتے اور تقریباً تیس یا چالیس آیتیں پڑھتے، پھر رکوع کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہستی ہیں جن کی حیات طیبہ میں ایسی راتیں بھی آئی ہیں کہ ان کی ازواج مطہرات روایت کرتی ہیں کہ ہم دیکھتی تھیں کہ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر خالی ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈتے ہوئے جب ہم نکلتی تھیں تو دیکھتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع میں کبھی حالت قیام میں اور کبھی حالت دعا میں اور کبھی حالت سجدہ میں ہیں اور اپنے رب کے آگے گڑگڑا رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت اس بات کی گواہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی ایک ایک آیت مبارکہ کی تلاوت وتکرار میں ساری ساری رات گزار دیتے تھے۔

حضرت عطا بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر اور عبید بن عمیر رضی اللہ عنہما ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مجھے رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی ایسا معمول بتائیں جو بہت ہی عجیب ہو۔ ان کا یہ سوال سن کر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں اور فرمانے لگیں آپ کا تو ہر معاملہ ہی عجیب تھا۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میرے پاس تشریف لائے اور لیٹ گئے تو فرمانے لگے اے عائشہ کیا تم مجھے اپنے کریم کی عبادت کی اجازت دیتی ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ کا قرب نہایت ہی پسند ہے لیکن جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمنا اور آرزو ہے وہی مجھے بھی پسند ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کے مشکیزے کی طرف متوجہ ہوئے وضو فرمایا اور حالت قیام میں تلاوت قرآن

فرمانے لگے اور رونے لگے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک آنسوؤں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیض تر ہوگئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک آنسوؤں سے زمین بھی تر ہوگئی اور تمام رات اسی حالت میں بسر ہوگئی جب صبح کی نماز کے لئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رورو کر نڈھال ہوچکے ہیں تو عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیوں رورہے ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اگلے اور پچھلے تمام معاملات پر بخشش کی خوشخبری دی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (۴۶)

عبادت کیا ہے؟

لغت یہ کہتی ہے کہ عبادت عاجزی وانکساری کی آخری حد کو کہتے ہیں۔

یہ لغت (ڈکشنری) کی بات ہے اور کسی شخص کے لئے ہوسکتی ہے لیکن ہم جس ذات کی بات کررہے ہیں یہ وہ ہیں کہ بندگی خود ان پر ناز کرتی ہے عبودیت اگر معراج پانا چاہے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا میں ظہور کرتی ہے کیونکہ یہ بات متفق علیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی صفت ایسی پیدا نہیں کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرف بخشا ہو۔ ہر صفت جسے آپ نے اختیار فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے شرف بخشا ہے کوئی بھی خوبی جو تصور میں آسکتی ہے اور کوئی بھی وصف جس کا گمان کیا جا سکتا ہے امام الانبیاء نے اسے اختیار کرکے لاثانی کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بندگی کو بھی معراج بخشی حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب جو لوگوں سے عبادت کا تقاضہ کرتا

ہے اور کثرت ذکر کے تقاضے کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کی طوالت دیکھ کر رب العالمین خود فرماتا ہے:

''اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنے قیام کو مختصر رکھا کریں۔ اتنے لمبے لمبے قیام نہ فرمائیں۔ یہ ہے آپ کا ذوق عبادت اور ذوق عبودیت''۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ یہاں پر ایک مرکزی نقطہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارک میں ایک اسم ''العبد'' ہے جس طرح قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی کہا گیا، رسول، بشیر ونذیر، سراج منیر، مزمل ومدثر اور اسی طرح بہت سی صفات سے نوازا گیا اسی طرح قرآن پاک میں آپ کو صفت عبد سے بھی موصوف کیا گیا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر چار بار اسم عبد سے کیا اور چار بار ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسم محمد سے موسوم کیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۝ (۴۷)

ترجمہ: برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر تا کہ ہو تمام جہان کو ڈر سنانے والا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ۔۔۔۔الخ[۴۸]

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کروائی اپنے بندے کو۔

تیسری جگہ فرمایا:

فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی ○ [۴۹]

ترجمہ: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

ظاہر یہ کسی کو معلوم نہیں کہ کیا کہا اور اس کا انداز بیاں بھی ایسا ہی ہے کہ جیسے راز رکھنا چاہتے ہوں۔

چوتھی جگہ فرمایا:

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ○ [۵۰]

ترجمہ: کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندہ خاص کو۔

یہ قرآنی آیات واضع طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت عبدیت بیان کر رہی ہیں اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت عبدیت کتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بار بار بیان فرما رہا ہے اور اس پر کتنا زور دیا جا رہا ہے۔ جب کسی کو دعوت اسلام دی جاتی ہے تو سب سے پہلے یہ تقاضا کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ تم یہ گواہی دو۔

وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ

عبد کا عام ترجمہ بندہ ہی ہے لیکن یہ جو عبدہٗ ہے یہ ایک مختلف تصور ہے کیونکہ عبد کا ترجمہ بندہ کرنے پر ہم مجبور ہیں کیونکہ ہماری اردو زبان کی اپنی

حدیں ہیں لیکن علامہ اقبال نے اس عقدے کو کھولا ہے آپ فرماتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو عبد کہنے سے تو انہیں اپنے جیسا بندہ ہی سمجھے کیونکہ ہر ڈکشنری عبد کا ترجمہ بندہ ہی کرتی ہے اور اس اشتراک اسمی سے کسی شُبہ میں نہ پڑ جانا کہ میں بھی بندہ وہ بھی بندہ۔

اقبال کہتے ہیں:

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دیگر

ما سراپا انتظار اوُ منتظر

عبد اور ہوتا ہے اور عبدہٗ اور ہوتا ہے۔ عبد وہ ہوتا ہے جو انتظار میں ہو اور عبدہٗ وہ ہوتا ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہو۔ یعنی

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہ شان اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہے اور انہی فیوضات، کرم نوازیوں اور نعمتوں کا نتیجہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا:

وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ (۵۱)

ترجمہ: اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے اپنی نعمتیں آپ پر تمام کر دیں۔

اب تقاضا یہ بن جاتا ہے کہ جب منعم کی طرف سے اتنی نوازشات اور نعمتیں ہو رہی ہوں تو جس پر یہ نعمتیں ہو رہی ہوں وہ کس قدر شکر گزار بنتا ہے اس نعمت کا اور کس قدر اپنے محبوب کے آگے اپنی بندگی کا نذرانہ پیش کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت عبودیت کے کئی پہلو ہیں اور جس پر بھی بات

کریں اس نعمت کی برکت سے ذہن کھلتا چلا جاتا ہے اور فکر کو نئی سمتیں عطا ہوتیں ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی برکت ہے۔

رسول کی تعریف:

رسول کی تعریف علماء نے کی ہے:

بِاَنَّ الرَّسُوْلَ بَرْزَخ بَیْنَ الْخَالِقِ وَ الْخَلْقِ

رسول خالق اور مخلوق کے درمیان ایسا واسطہ ہے جس کا ایک سرا خالق سے جڑا ہے اور دوسرا مخلوق سے۔ پیغمبر خالق ومخلوق کے درمیان ایک برزخی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس میں طرفین سے مناسبت ہوتی ہے خالق کے ساتھ ارتباط رکھنے کی وجہ سے وہ ان تمام فیوض کو قبول کرتا ہے جو عالم بالا سے جاری ہوتے ہیں اور مخلوق کے ساتھ مناسبت رکھنے کی وجہ سے وہ باری تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ فیوض سے مخلوق کو سرفراز کرتا ہے اگر طرفین کے ساتھ مناسبت نہ ہوتو فیضان روحانی کو حاصل کرنا اور مخلوق کو اس سے بہرہ اندوز کرنا ممکن نہیں۔ (۵۲)

اتنی ہمہ جہت ذات کی شان عبدیت کیا ہوگی۔ ایک بات یہاں یاد رکھنے کی ہے کہ جب ہم عبادت اور شان عبدیت کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ اضافی عبادات ہیں جن کا تقاضا نہیں کیا گیا اس سے مراد فرائض و واجبات نہیں ہیں کیونکہ وہ تو ہر صورت ادا کرنے ہیں۔ اظہار عبدیت کے لئے شریعت اسلامیہ نے ایسے پیرائے بتائے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں اور ان ذرائع میں سے کسی ذریعہ کو استعمال کرتے ہوئے اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنا ہی

مقصد عبدیت اور اظہار عبدیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل:

وَأَنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ (۵۳)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے۔ اگر چہ کم ہو۔

الگ سے بھی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جس میں ہمیشگی اختیار کی جائے یعنی یہ نہ ہو کہ ایک رات تو ہم کئی ہزار تسبیحات پڑھ لیں اور اگلی رات غفلت کی نیند میں ہوں یہ اسلام کا مزاج نہیں ہے اب غور طلب بات یہ ہے کہ جس نبی نے امت کو یہ تعلیم فرمائی ہے ان کی اپنی مداومت اعمال کا کیا عالم ہو گا۔ تھوڑا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اس زیادہ عمل سے جو کبھی کبھار ہو، اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم عبدیت کی روح بھی ہے۔ نفل کا معنی ہے زائد چیز یعنی اضافی عباداتْ یعنی اضافی عبادت میں سے جس چیز کو ہم نے اپنا لیا اس پر اب ہمیشگی کی جائے چاہے وہ عمل تھوڑا ہی ہو۔ اگر چار رکعت نفل کا معمول ہے تو وہ اللہ کو بہت پسند ہے بہ نسبت اس جوشیلی عبادت کے جو عارضی ہو۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم عبدیت کی روح ہے تھوڑا عمل اس عمل سے بہت بہتر ہے جو کبھی کبھار ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ کسی صحابی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو کس وقت بیدار ہوتے تھے۔ ام المومنین

رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

عَنْ أَشْعَثَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوقًا قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ الدَّائِمُ قُلْتُ مَتَى كَانَ يَقُومُ قَالَتْ كَانَ يَقُومُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ (۵۴)

ترجمہ: اشعث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مسروق سے سنا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کون سا عمل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ پسند تھا؟ انہوں نے جواب دیا، جس پر مداومت کی جائے۔ میں نے پوچھا رات کو کس وقت اٹھتے تھے انہوں نے جواب دیا جب مرغ کی آواز سنتے، تو اٹھتے تھے۔

مرغ رات میں کئی اذانیں دیتا ہے لیکن پہلی اذان کا وقت تقریباً رات کے 2 سے 3 بجے کے درمیان ہوتا ہے۔ اس سے ایک بات تو واضع ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے 2 سے 3 بجے کے درمیان بیدار ہوتے تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوتہائی رات گزرنے کے بعد بیدار ہوتے تھے۔

ایک اور حدیث پاک جوام المومنین سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت کی بہت کثرت فرمایا کرتے تھے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ کثرت سے کیا مراد ہے؟ یہاں کثرت سے مراد معیار ہے نہ کہ مقدار کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سینکڑوں رکعتیں نہیں

پڑھتے تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفل نماز میں قیام، رکوع اور سجود کو لمبا کیا کرتے تھے۔ اسلامی شریعت مطہرہ میں عبادات کا معیار مقدار پر نہیں بلکہ معیار پر رکھا گیا ہے اور اس ضمن میں دو چیزیں بہت ضروری ہیں:

1. عمل تھوڑا ہو لیکن مداومت اور مستقل مزاجی کے ساتھ ہو۔

2. دوسرا مقدار اور گنتی کے بجائے معیار یعنی حضور قلب کے ساتھ عبادت کی جائے اور بندہ اپنے رب کی طرف خشوع اور خضوع کے ساتھ متوجہ ہو۔

صحابہ فرماتے ہیں کہ ایک رات اہل مدینہ کی آنکھوں نے یہ منظر بھی دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس رات کا ذوق عبادت اور اپنے رب کی بارگاہ میں خشیت کی جھلک اس روایت میں نظر آتی ہے تو ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ یہ محض عبادت نہیں تھی بلکہ تعلق والی عبادت تھی اور دیکھنے والا یہ کہ سکتا تھا کہ یہ صرف عبد نہیں ہیں بلکہ عارف بھی ہیں اور یہ صرف عبادت نہیں کر رہے ہے بلکہ جس کی عبادت کر رہے ہیں اسے جانتے بھی ہیں اور پہچانتے بھی ہیں اسی لئے اس کے اثرات و کیفیات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت میں سے چھلک رہے ہیں۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ اس رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کی صرف ایک آیت پڑھتے ہوئے اپنا قیام کیا۔

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (۵۵)

ترجمہ: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک غالب حکمت والا تو ہی ہے۔

ظاہر ہے تو ہی ان کا مالک ہے اور یہ تیرے بندے ہیں تو جو چاہے ان کے ساتھ کرسکتا ہے تجھے کوئی روکنے والا نہیں ہے تیرے کاموں میں کس کو دخل۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰه

حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے۔

لیکن اگر تو ان پر رحم اور کرم نوازی کرے تو تجھ سے بڑھ کر کون رحم کرنے والا ہے۔

رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

عبادت کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منصب کو بھی ملحوظ خاطر رکھا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر اپنی امت کے مفادات پر بھی رہتی تھی اور اپنے رؤف ورحیم ہونے کا پرتو عین عبادت کے دوران بھی ڈالتے رہتے تھے۔ کیفیت مناجات کی تھی مانگنے کا عمل تھا اور رب سے درخواست کرنے کا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی رب ذوالجلال کے کلام کے ذریعے اسی کے ساتھ مخاطب ہیں اور آیت کا موضوع ایسا آگیا کہ ایسی رقت طاری ہوئی کہ آواز بلند ہوتی گئی اور جوش پیدا ہوتا گیا اور روایت کے اندر موجود ہے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر بلند آواز سے قرآن پاک پڑھا کرتے تھے اتنی بلند کہ قریب بیٹھے شخص کو تلاوت کی آواز سنائی دے رہی ہوتی تھی اور وہ جان جاتا تھا

کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون سی سورت یا آیت تلاوت فرما رہے ہیں۔ اس لئے روایت میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس رکعت میں کونسی سورت پڑھا کرتے تھے یا تہجد کی رکعتوں میں کون سی سورتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت فرما رہے ہیں۔ اے اللہ! تو مہربانی فرما دے اور بخش دے رحم فرما دے۔ مضمون ایسا تھا کہ آواز بلند ہوتی جا رہی تھی اور گریہ زاری کی کیفیت اس قدر پیدا ہوئی کہ امہات المومنین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سن کر بیدار ہوئیں تو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریہ فرما رہے تھے ان پر بھی گریہ کی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ بھی یہ منظر دیکھ کر گریہ کرنے لگیں بلکہ ارد گرد جن صحابہ کے مکانات تھے وہ بھی یہ سن کر گریہ کرتے ہوئے باہر نکل آئے کہ پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔ جب قریب آئے تو دیکھا کہ اللہ کا ایک عبد کامل اپنے محبوب سے مناجات کر رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شان عبدیت کے ایسے ایسے مظاہر پیش کئے کہ بیان کرنے والے کو سوائے شرمساری اور ندامت کے کچھ سامنے نہیں آتا۔

میں نے عرب کے بعض علماء کو دیکھا ان کے ساتھ بیٹھ کر اور سفر کر کے اور انہیں قرآن پڑھتے ہوئے اور سنتے ہوئے دیکھا کہ وہ کس طرح جواب (Response) دے رہے ہیں قرآن کی آیات کا جب وہ پڑھی جا رہی ہوں۔ یہی سنت طریقہ بھی ہے اور یہی قرآن پاک سے ظاہری تعلق کی نشانی بھی ہے جس سے ہم آج مجموعی طور پر محروم ہو چکے ہیں اور اصل میں

(Response) نہ دینے کی ایک وجہ ہمارا قرآن سے تعلق نہ ہونا بھی ہے اور جب قرآن پاک سے تعلق مضبوط ہوگا تو اس کے اثرات بھی ہم پر ظاہر ہوں گے اور ہم اس کا (Response) دینے کے قابل ہوں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ○ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ○ (۵٦)

ترجمہ: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے۔ جو اپنی نماز میں اظہار عجز و نیاز کرنے والے ہیں۔

اسلامی شریعت میں خشک عبادت مقصود نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ. الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ○ (۵۷)

ترجمہ: ان نمازیوں کی خرابی ہے۔ جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

نمازی ہونے کے باوجود ہلاکت کی وعید سنائی جارہی ہے اس کے کچھ معنی ہیں یہ چیز روح عبادت ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ اس ذات باری سے ہم اپنے تعلق کو درست کریں۔ اور اگر درست ہے تو اسے مضبوط کریں تاکہ ان فیوض و برکات کی کوئی کرن اور جھلک ہمیں بھی نصیب ہو۔

افضل نماز کون سی ہے؟:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو جو عبادات و قیام فرماتے تھے اس میں گنتی کی کوئی

بات نہیں ہوتی تھی بلکہ زیادہ سے زیادہ آپ نے تہجد میں ۱۲ رکعتیں پڑھیں ہیں لیکن اس میں فضیلت کی بات کیا ہے؟ اس میں فضیلت ہے رکعت کی طوالت میں اور رکعت میں قیام کی طوالت میں اور ہم حنفیوں کے نزدیک قنوت سے مراد قیام ہے۔

شمس الائمہ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مبسوط'' میں یہی لکھا ہے اور اس کے ساتھ روایت بھی نقل کی ہے کہ:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم أَفْضَلُ الصَّلَاۃِ طُولُ الْقُنُوتِ۔ (۵۸)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ افضل نماز لمبے قیام والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو وہ نفل نماز پسند ہے جس میں قیام لمبا ہو اور قیام لمبا کیسے ہوگا جب قرآن کی قرآت لمبی ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی سورۃ البقرہ تلاوت فرمایا کرتے تھے کبھی آل عمران، المائدہ، اور کبھی سورۃ الاعراف تلاوت فرمایا کرتے یہ تمام لمبی لمبی سورتیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۃ الفاتحہ کے بعد تلاوت فرمایا کرتے اور پھر اس کے اندر بعض اوقات ایسی کیفیت بھی آجاتی کہ ایک آیت کو پڑھتے ہوئے ساری رات گزر گئی ایک رات تو صحابہ نے بھی دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی آیت کی تکرار فرمارہے ہیں یہاں تک کہ فجر کی سپیدی طلوع ہوئی۔ ایسے شخص کو (Over Sexed) کہنا کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔ صحابہ کرام سے یہ دیکھا

نہیں جاتا تھا تو بے ساختہ یہ بات انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جمع ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آپ کا رب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرما چکا ہے:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○ (۵۹)

ترجمہ: تاکہ دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے اور مکمل فرما دے اپنے انعام کو آپ پر اور چلائے آپ کو سیدھی راہ پر۔

میں نے ایسا قیام کر کے دیکھا ہے آپ بھی کبھی بطور تجربہ ایسا قیام کر کے دیکھیں تو اس حدیث کی حقیقت کھلے گی میں نے ایک ایسے قاری کے پیچھے تراویح پڑھی جو تراویح میں ۶ چھ سپارے پڑھتے تھے اور جب ہم تراویح سے فارغ ہوتے تھے تو مجھے لگتا تھا کہ جیسے میری جوتی چھوٹی ہوگئی ہے اور میرا پاؤں بڑا ہو گیا ہے۔ اس وقت یہ بات سمجھ میں آئی کہ اگر ہمارا یہ حال ہے کہ ہم صرف پیچھے کھڑے سن رہے ہیں خود کچھ نہیں کر رہے تو نبی الامی اور اللہ کے عبد کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ جب ایسی عبادت کرتے ہوں گے تو یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پنڈلیاں سوج جاتی ہوں گی اور مبارک ٹخنے متورم ہو جایا کرتے ہوں گے۔

بہرحال جب صحابہ نے عرض کی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بشارت اور نوید سنا چکا ہے۔ تو اس کے بعد اس مشقت کے کیا معنی۔ یعنی اتنی

ریاضت، عبادت، کثرت ذکر قیام رکوع وسجود اور اس میں اتنی شدت کی کیا ضرورت۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا:

أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا (۶۰)

اے میرے صحابہ جب میرے رب نے مجھے اتنا نوازا ہے تو میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ جب اس رب نے اتنی نعمتیں مجھ پر تمام کر دیں اور خیر اور کثرت سب کچھ عطا کر دیا تو کیا اب میں اتنا بھی نہ کروں۔

آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عبدیت:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت عبد کے تحت ایک روایت نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَلَسَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا مَلَكٌ يَنْزِلُ فَقَالَ جِبْرِيلُ إِنَّ هٰذَا الْمَلَكَ مَا نَزَلَ مُنْذُ يَوْمِ خُلِقَ قَبْلَ السَّاعَةِ فَلَمَّا نَزَلَ قَالَ يَا مُحَمَّدُ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ رَبُّكَ قَالَ أَفَمَلِكًا نَبِيًّا يَجْعَلُكَ أَوْ عَبْدًا رَسُولًا قَالَ جِبْرِيلُ تَوَاضَعْ لِرَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ بَلْ عَبْدًا رَسُولًا (۶۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے

کہ اچانک ان کی نظر آسمان پر پڑی انہوں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ اتر رہا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگے کہ یہ فرشتہ جب سے پیدا ہوا ہے اس وقت سے لے کر اب تک، اس وقت سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا جب وہ نیچے اتر کر آیا تو کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب نے آپ کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرشتہ بنا کر نبوت عطاء کر دے یا اپنا بندہ بنا کر رسالت عطاء کر دے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کے سامنے تواضع اختیار کیجئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے بندہ بنا کر رسالت عطا کر دے۔

گویا یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب تھا اور عبدیت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خاص مناسبت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کو اپنے لئے چنا ورنہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے اختیارات عطا فرمائے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو احد پہاڑ سونے کا بن کر میرے ساتھ ساتھ چلا کرے۔ لیکن یہ فقر، عبدیت، انکسار و تواضع یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی انتخاب تھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری حیات مبارکہ پر محیط کر رکھا تھا۔ صحیح بخاری میں ام المومنین سے منقول یہ روایت موجود ہے کہ یہ عبدیت اس نوعیت کی نہ تھی کہ جب نماز میں کھڑے ہوں تو عبد ہیں اور باقی اوقات میں نہیں ایسی بات ہرگز نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوبیس گھنٹے کی ایک ایک گھڑی اس رنگ عبودیت میں رنگی ہوئی تھی۔

تیرے شایان شاں ہے عبدہٗ کے لفظ کی حرمت
فاوحیٰ کا فقط تیرے لیے پیغام ہے آقا

حدیث مبارکہ میں ہے:

قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهٖ (۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہوتی تھی اور کوئی ساعت ایسی نہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ حتیٰ کہ فرمایا:

إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي (۶۳)

میری آنکھیں سو جاتیں ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوتے بھی تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کی تعلیم پر معمور تھے اور اسوہ حسنہ پیچھے چھوڑنا تھا۔ لیکن ایسا سوتے تھے کہ فرمایا کہ میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا اس طرح کا انداز تھا کہ:

اِدھر مخلوق میں شامل، اُدھر اللہ سے واصل

کوئی گھڑی ایسی نہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اللہ سے غافل ہوں اور کوئی گھڑی ایسی نہ تھی کہ اپنی امت سے غافل ہوں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ڈیوٹی پر معمور ہیں۔ سال کے روزے رکھے اور اور بغیر سحری وافطاری کے رکھے یہ بھی انداز عبدیت تھا لیکن جب صحابہ کرام نے یہ دیکھ کر روزے رکھنے شروع کیے تو

صحابہ کرام کمزور پڑ گئے رنگ زرد ہو گئے اور گرنے لگ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تمہیں کیا ہوا تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر کھائے پئے روزے رکھ رہے ہیں اور بغیر سحر وافطار کے روزے رکھ رہے ہیں تو ہم نے بھی رکھنے شروع کر دیے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَيُّكُمْ مِثْلِي (۶۴)

تم میں سے کون ہے میری مثل۔

اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا:

لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ (۶۵)

میں تمہارے سانچے میں ڈھلا ہوا نہیں ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّيْ أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِين (۶۶)

میں رات اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

ایسا تعلق و معیت الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میسر تھی کہ دوسرا کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور آپ اس دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے محدث سے پوچھ لیں کہ کیا کوئی روایت ایسی ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی صحابی یا امہات المومنین میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ فلاں رات ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے

حجرے میں نہیں تھے یا مدینہ شریف یا زمین پر نہیں تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں رات اپنے رب کے ہاں گزارتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا تعلق و معیت اپنے رب کے ساتھ حاصل تھی کہ باوجود فرش پر ہونے کے چوبیس گھنٹے آپ کا تعلق ذات لامکاں سے جڑا رہتا تھا اور قائم رہتا تھا۔ احادیث میں ایسے ایسے مظاہر ملتے ہیں کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ جماعت کے ہوتے ہوئے مصلیٰ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھ رہے ہیں اور پیچھے ہو رہے ہیں تو جب پوچھا گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیریت تھی کہ جماعت میں ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصلی پر آگے بڑھ رہے تھے اور پیچھے ہو رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ آیات جنت کی تلاوت ہو رہی تھی تو جنت میرے سامنے تھی اور جنت کے درختوں کے خوشے لٹک رہے تھے میں نے چاہا کہ ایک خوشہ تمہارے لئے توڑلوں اور وہ اتنا قریب آ گیا تھا کہ میں بے ساختہ آگے بڑھ گیا۔ یہ ہے وہ چیز جس کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے اصل میں قرآن ہی وہ ذریعہ ہے جس کو تھام کر اور جس کمند کے ذریعے ہمیں اوپر چڑھنا ہے اور جب اسی کو چھوڑ دیا تو کیسے ہم اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے برقرار رکھ سکیں گے اور اسلام کو اپنی زندگی میں داخل کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی نوعیت یہ تھی کہ دوران عبادت نماز بھی ہو رہی ہے عبادت بھی ہو رہی ہے، اظہار عبدیت بھی ہو رہا ہے اور دوسرے اس کے مظاہر بھی دیکھ رہے ہیں اور اصل میں یہی چیز روح عبادت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میسر تھی۔ یہی وہ نعمت عظمیٰ و کبریٰ ہے جس کے لئے عبادت کا سارا پروگرام ہمیں

دیا گیا ہے۔

انسان کا مقصد حیات:

اسی لئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (۶۷)

ترجمہ: ہم نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ای لیعرفون کہ ہم نے اس لئے پیدا کیا جن وانس کو تاکہ تم پہچانو اسے جس نے تمہیں پیدا کیا تاکہ تم اس کی معرفت حاصل کرو۔ یہ وہ مقصد ہے انسان کا جس کے لئے انسان اس دنیا میں آیا اس دنیا کے اندر رہتے ہوئے اس ذات کو پہچاننا جس نے ہمیں وجود بخشا جس نے ہمیں پیدا کیا اور اس کے ساتھ تعلق کا وہ ذریعہ ڈھونڈنا جس کے ذریعے ہم ان فیض وبرکات کو حاصل کر سکیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ہی بنا رکھے ہیں اور محفوظ رکھ چھوڑے ہیں جو جو اس ذریعہ (Source) کو اختیار کرتا جائے گا وہ اپنا حصہ پاتا رہے گا۔ یہ جنہیں ہم انبیاء کہتے ہیں، اولیاء، صلحاء کہتے ہیں سب کے سب اسی ذریعہ کو دریافت کر بیٹھے ہیں نماز تو وہ بھی چار ہی رکعت پڑھتے تھے دو رکعت ہی پڑھتے تھے اور وہی معمولات اور وہی انداز لیکن معیار کو مقدار پر ترجیح دیتے تھے۔

عوام الناس میں بھی یہ رویہ پایا جاتا ہے اور جو غیر عارف لوگ ہیں وہ بھی ہمیشہ کثرت رکعت پر زور دیتے ہیں لیکن اسلامی شریعت میں معیار ہے مقدار

نہیں اور یہی سنت مطہرہ کے مطابق اور درست طریقہ ہے۔

لا رھبانیۃ فی الاسلام (۶۸)

اسلام میں یہ نہیں ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگلوں کی طرف چلے جاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور محبوبیت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر چلنے سے ملے گی جو جتنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے قریب ہوتا چلا جائے گا اتنا ہی رب کا مقرب ہوتا چلا جائے گا۔ یعنی مشقت، وقت، ریاضت اور مجاہدہ کم لیکن اس کا اجر کتنا بہترین واعلیٰ اور ماورائے فکر وفہم ہے۔ لوگ یہ سمجھ کر کہ تہجد کی آٹھ رکعتیں ہوتیں ہیں گنتی پوری کرلیتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھنے کی کوشش کرتے کہ وہ آٹھ رکعتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے وقت میں مکمل کیں۔ آپ بے شک آٹھ کی بجائے چار ہی پڑھ لیں لیکن اس میں یہ التزام کریں کہ سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ یٰس ہی پڑھ لیں یا سورۃ الرحمٰن، سورۃ الواقعہ یا سورۃ المزمل ہی پڑھ لیں اور اگر چھوٹی سورتیں پڑھ رہے ہیں تو کم از کم گیارہ مرتبہ پڑھ لیں۔

مدینہ منورہ میں ایک بزرگ ہمارے ساتھ تھے وہ بڑی اچھی اچھی باتیں ہمیں بتاتے رہتے تھے انہیں کی مہربانی سے ہمیں یہ ذوق ملا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز سے بہت محبت تھی۔ ام المومنین فرماتی ہیں جب حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اذان کے لئے نکلتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے:

قُمْ يَا بِلَالُ أَقِمْ فَأَرِحْنَا بِالصَّلَاةِ (۶۹)

اے بلال! اٹھو اور نماز کے ساتھ ہمیں راحت پہنچاؤ۔

یعنی رب تعالیٰ کا ذکر چھیڑو کوئی محبوب کی بات کرو۔ زبان حضرت بلال کی ہو اور سننے والے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ جس وقت حضرت بلال اشهد ان محمد الرسول اللہ کہتے تھے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ فرمایا کرتے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے اور جس وقت اذان مکمل ہو جاتی تو امہات المومنین فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر حجرے میں ہوتے تو ہم میں سے ایسے نکلتے جیسے ہمیں جانتے ہی نہیں۔ باتیں ہو رہی ہوتیں کوئی موضوع چھڑا ہوتا لیکن جب حیٔ علی الصلوٰۃ کے الفاظ سنتے تو یوں اٹھتے تھے کہ ہم حیران رہ جاتے اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں جانتے ہی نہیں۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوجہ الی اللہ ہوتے تھے ظاہری طور پر۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ (۷۰)

ترجمہ: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج عبدیت پائی اور امت کے لئے بھی یہ وراثت چھوڑی تاکہ امت اس میں سے اپنا حصہ وصول کر سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج جسمانی ایک بار ہوئی لیکن معراج روحانی کتنی ہزاروں بار ہوئی یہ کسی کو معلوم نہیں۔ جو مستقل تعلق اپنے رب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا وہ کس مظہر میں ظہور کرتا تھا اس کا کسی کو پتہ نہیں تھا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ○ (۷۱)

ترجمہ: پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو کچھ بھی وحی فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی پسندیدگی، محبت اور رغبت کا اظہار جو نماز کی طرف فرمایا ہے ظاہر ہے اس میں کوئی راز ہے اور کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔ اسی کو پانے کی ہمیں کوشش کرنی ہے اور اس کا بہترین ذریعہ قرآن پاک ہی ہے۔

علامہ اقبال نے قرآن پاک کے بارے میں لکھا ہے:

آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت اُو لازوال است و قدیم

علامہ فرماتے ہیں یہ وہ زندہ کتاب ہے جس کی حکمتیں لازوال اور قدیم ہیں یعنی جن کی ابتدا اور انتہا معلوم نہیں۔

ایسا کلام اور نور کتابی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے اگر اس سے ہمارا تعلق جڑ گیا اور مضبوط ہو گیا تو ہمیں بھی اس فیض سے حصہ مل سکتا ہے۔

❁❁❁❁

صحابہ کرام کا ذوق نوافل

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عبادت وریاضت کا یہ حال تھا کہ فرض واجب اور سنن کے ساتھ ساتھ نوافل کا بھی کثرت سے اہتمام کرتے اور اپنی راتوں کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی اور تلاوت قرآن پاک کے لاحوتی نغموں میں گزارتے اور ذکر وعبادت میں مشغول رہ کر اپنے رب کی رحمتوں کے طالب رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت وریاضت کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۝ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ (۷۲)

ترجمہ: وہ رات میں کم سویا کرتے۔ اور پچھلی رات استغفار کرتے۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں ایک حدیث لائے ہیں:

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے آیت کی تشریح اس طرح کی ہے کم تر رات ایسی گزرتی ہے کہ وہ اس کے کسی حصہ میں نماز نہ پڑھتے ہوں، شروع رات میں پڑھتے ہیں یا درمیان شب میں پڑھتے ہیں یا آخر رات میں یعنی پوری رات کم ہی سوتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ پوری

رات نہیں سوتے۔

صحابہ کرام کے ذوق نوافل کا یہ حال تھا کہ رات کی تاریکی میں جب دوسرے لوگ نرم وگرم بستروں پر محو استراحت ہوتے اور گہری نیند کے مزے لوٹ رہے ہوتے تو طالب معرفت الٰہی گروہ صحابہ اپنے پہلوؤں کو بستروں سے دور رکھتے اور اپنے رب عزوجل کی بارگاہ بے کس پناہ میں دست بستہ کھڑے ہوکر اس کی بارگاہ سے لولگائے کبھی سجود نیاز خم کرتے تو کبھی دامن مراد پھیلا کر اس کے فضل وکرم کی بھیک مانگتے جیسا کہ ان کی عبادت وریاضت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○ (۷۳)

ترجمہ: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے اور ہمارے دیے ہوئے سے کچھ خیرات کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ جب معبود حقیقی کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے تو مثل ستون بے حرکت ٹھہرے رہتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ○ (۷۴)

ترجمہ: تحقیق مومنوں نے فلاح پائی جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

نوافل کے دوران قیام لمبا فرماتے اور دوران قیام تلاوت قرآن پاک کے ساتھ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب رواں ہوتا۔ آپ دوران قیام قرآن پاک کو ترتیل کے ساتھ اور نرمی اور ترنم کے ساتھ تلاوت فرماتے کہ سارا ماحول روحانی کیفیت میں ڈوب جاتا۔ (۷۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں ایسی سورتیں پڑھتے جن میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کا بیان ہوتا اور ان آیات سے اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ○ مَّا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ○ (۷۶)

ترجمہ: یقیناً تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا اور اسے کوئی روکنے والا نہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ اس قدر روئے کہ روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہمسایہ تھا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑھ کر کوئی افضل انسان نہیں دیکھا آپ کی رات نماز میں اور دن لوگوں کی حاجت روائی اور روزے میں بسر ہوتے تھے۔ (۷۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز میں گریہ زاری سے ریش مبارک تر ہو جاتی ساری رات نوافل ادا کرتے اور ایک ایک رکعت میں قرآن ختم کیا کرتے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نوافل میں پورا پورا قرآن ختم فرمایا کرتے حضرت عبدالرحمان تیمی کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو اچانک ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے میرے سینے پر ہاتھ مارا میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے نماز پڑھنا شروع کی تو پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ سے لے کر پورا قرآن پڑھ ڈالا پھر رکوع اور سجدہ کیا اور نماز کے بعد تشریف لے گئے۔ (۷۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نوافل میں سجدہ میں طوالت اختیار فرماتے اور آپ نوافل بھی کثرت سے ادا فرماتے آپ کی پیشانی مبارک طول سجدہ کی وجہ سے مثل اونٹ کے ثفتہ کے ہوگئی تھی۔ اور نماز کے دوران استغراق کا یہ عالم ہوتا کہ ماسوا کا ہوش تک نہ رہتا یہاں تک کہ اپنے وجود عنصری سے بھی بے خبر ہو جاتے۔ ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں تیر پیوست ہو گیا اور آپ درد کی شدت سے نڈھال ہو گئے مگر جب آپ نے نماز شروع کی تو اس تیر کو کھینچ کر نکال دیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو احساس تک نہ ہوا۔ (۷۹)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بلال تم کون سا عمل کرتے ہو کہ جب میں جنت میں گیا تو میں نے تمہارے قدموں کی آہٹ کو جنت میں سنا تو حضرت بلال رضی اللہ

عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وضو کرنے کے بعد دو رکعت نفل نماز "تحیۃ الوضوء" ادا کرتا ہوں۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رات کو نماز سے زندہ فرماتے یعنی ساری رات نماز پڑھتے ہوئے گزار دیتے پھر فرماتے اے نافع کیا ہم نے صبح کر دی؟ نافع کہتے نہیں تو دوبارہ نماز میں مشغول ہو جاتے پھر فراغت کے بعد فرماتے، اے نافع کیا ہم نے صبح کر دی تو نافع کہتے جی ہاں تو آپ بیٹھ جاتے اور توبہ واستغفار کرتے۔ (۸۰)

محمد بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کبھی رات میں بیدار ہوتے تو نماز پڑھتے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب وہ دونوں ملے تو حضرت معاذ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم قیام اللیل کس طرح کرتے ہو وہ کہتے کہ ساری رات کھڑا رہتا ہوں اور بالکل بھی نہیں سوتا اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھتا ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو سوتا ہوں پھر کھڑا ہو جاتا ہوں اور اپنی نیند میں اس چیز کا گمان رکھتا ہوں جس کا اپنے قیام میں رکھتا ہوں ان دونون اصحاب نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوموسیٰ اشعری معاذ تم سے زیادہ سمجھدار ہے۔ (۸۱)

حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں سات راتوں تک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مہمان رہا میں نے دیکھا کہ آپ اور آپ کی اہلیہ اور آپ کا خادم تینوں باری باری اٹھ کر نوافل ادا کیا کرتے اور اس کے لئے انہوں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک رات میں نماز عشاء کے بعد قدرے تاخیر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے استفسار فرمایا میں نے عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی مسجد میں نوافل کے دوران قرآن پڑھ رہے تھے میں اسے سن رہی تھی میں نے اس جیسی آواز اور اس جیسا حسن قرآت آپ کے کسی اور صحابی سے نہیں سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کچھ دیر ان کی تلاوت سماعت فرمائی اور مجھے فرمایا یہ ابو حذیفہ کے غلام سالم ہیں تمام تعریفیں اس پاک پروردگار کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے افراد پیدا کئے۔

علامہ ابو سعد سمعانی نے کتاب ''الانساب'' میں لکھا ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں قرآن پاک ختم فرمایا کرتے اور بسا اوقات یوں بھی ہوا کہ پوری رات صبح تک ایک ہی آیت دہراتے رہتے۔

تابعین کا ذوق نوافل

خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی اکثر راتیں رکوع وسجود میں گزرتیں آپ صائم الدھر اور قائم اللیل تھے۔ نوافل ادا کرنے کا آپ کا طریقہ سب سے جدا تھا ساری ساری رات پلک سے پلک نہ ملتی تھی آپ کا معمول تھا کہ ایک رات قیام فرماتے اور اگلی رات کے لئے فرماتے "ھٰذا الیلۃ الرکوع" یعنی یہ رات رکوع کی رات ہے اور ساری رات رکوع کی حالت میں گزار دیتے اسی طرح اگلی رات کے لئے فرماتے "ھٰذا لیلۃ السجدہ" یہ سجدہ کی رات ہے اہل بصیرت آپ کے اس انداز عبادت وریاضت پر اکثر سوال کرتے کہ کیا آپ اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ دراز راتیں ایک ہی حالت میں گزار دیتے ہیں تو جواب میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ فرماتے دراز راتیں کہاں ہیں کاش کہ ازل سے ابد ایک ہی رات ہوتی جس میں ایک سجدہ کر کے نالہ ہائے بسیار اور گریہ ہائے بے شمار کرنے کا موقع نصیب ہوتا۔ (۸۲)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کئی کئی سورتوں کی تلاوت کرتے اور اس طرح قیام کرتے کہ لگتا تھا کوئی ستون کھڑا

ہے۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ آپ کے نماز میں خشوع وخضوع پر رشک کرتے تھے۔

حضرت مسروق بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی کا بیان ہے کہ آپ کی پنڈلیاں طویل نمازوں کی وجہ سے سوجی رہتی تھیں۔ (۸۳)

سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ابونعیم لکھتے ہیں کہ آپ نے پچاس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھائی۔ یعنی ساری رات نہیں سوتے تھے۔

سیدنا عروہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ذہبی رقم طراز ہیں کہ آپ دن میں چوتھائی قرآن پاک پڑھا کرتے اور رات کو وہی قرآن پاک نوافل میں تلاوت فرماتے۔ (۸۴)

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کے داماد ابوصالح مغیرہ بن حبیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے عشاء کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی پھر وہ آئے اور کھانا کھایا پھر نماز کے لئے اٹھے استفتاح (سبحانك اللهم) پڑھ کر داڑھی پکڑ لی اور کہنے لگے اے اللہ! جب اپنے اولین وآخرین کو اکٹھا فرمائیں تو مالک کے بڑھاپے کو آگ پر حرام فرما دینا وہ اسی طرح مناجات کرتے رہے پھر میں سو گیا اور جب جاگا تو وہ اسی حال میں تھے اور طلوع فجر تک اسی حال میں رہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ رات کو نہیں سوتے تھے اور کثرت سے نوافل پڑھنے کی وجہ سے آپ کو وتد یعنی میخ کہا جاتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ دو رکعتوں میں پورا قرآن پڑھ لیا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ چار ائمہ نے دو رکعتوں میں قرآن پاک پڑھا ہے: 1۔ حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ 2۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ 3۔ حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ اور 4۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ۔

مسعر بن کدام فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات مسجد میں ایک آدمی کو نماز پڑھتے پایا اس کی تلاوت مجھے میٹھی لگی اس نے قرآن کا ساتواں حصہ پڑھ ڈالا میں نے سمجھا ابھی رکوع کرے گا پھر قرآن پاک کا تیسرا حصہ ہو گیا پھر آدھا ہو گیا اور وہ پڑھتا رہا اور ایک ہی رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیا میں نے دیکھا وہ ابو حنیفہ تھے۔

حضرت زائدہ فرماتے ہیں میں نے امام اعظم کے ساتھ عشاء کی نماز ایک مسجد میں ادا کی لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے اور امام کے علم میں نہ تھا کہ کوئی اور بھی مسجد میں موجود ہے میں نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا تھا مگر آپ نے نماز شروع فرما دی اور تلاوت کرتے رہے حتیٰ کہ جب آپ آیت:

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ○ (۸۵)

ترجمہ: تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔

پر پہنچے تو آپ اس آیت کو دہراتے رہے یہاں تک کہ موذن نے صبح کی

اذان دے دی اور میں بھی ان کے انتظار میں بیٹھا رہا۔

قاسم بن معن کا قول ہے کہ ایک رات امام اعظم رضی اللہ عنہ اس آیت:

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ○ (۸۶)

ترجمہ: بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے اور قیامت نہایت کڑوی اور سخت کڑوی۔

پر رک گئے اور ساری رات اسے دہراتے رہے اور روتے اور آہ وزاری کرتے رہے اور پوری رات گزر گئی۔

❋❋❋❋

ائمہ سلف کا ذوق نوافل

ائمہ مجتہدین اور اسلاف میں ایسے لوگ جنہوں نے ایک رکعت میں یا رات دن میں قرآن پاک ختم کیا ان کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ حضرت مجاہد امام شافعی اور بہت سے ایسے دیگر افراد ہیں جو ایک رات اور دن میں قرآن پاک ختم فرمالیا کرتے تھے۔

ہروی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت شعبہ بن حجاج کو دیکھا کہ نماز پڑھنے کی وجہ سے ان کے پاؤں سوج گئے تھے۔

حافظ ابن رجب نے طبقات الحنابلہ میں لکھا ہے حضرت جعفر بن حسن درزیجانی رحمۃ اللہ علیہ آپ روزہ، تہجد اور رات کے قیام پر مداومت فرماتے آپ نے بہت زیادہ ختم فرمائے اور ہر ختم قرآن پاک ایک رکعت میں فرماتے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ عبادت گزار کسی کو نہیں دیکھا ان کی زندگی میں اٹھانوے سال آئے لیکن میں نے ان کو مرض الموت کے علاوہ پہلو کے بل لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔ (۸۷)

حضرت ثابت ابن اسد البنانی رحمۃ اللہ علیہ پچاس سال تک رات کا قیام فرماتے رہے اور جب صبح کا وقت ہوتا تو آپ یہ دعا فرماتے اے میرے اللہ!

اگر تو نے مخلوق میں سے کسی کو قبر میں نماز عطا فرمائی ہے تو یہ شرف مجھے بھی عطا فرما جب آپ کا وصال ہوا اور آپ کی قبر کی اینٹیں درست کی جا رہی تھیں تو ایک اینٹ گر گئی اور آپ اپنی قبر میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ (۸۸)

حضرت صفوان بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ رات کو نماز پڑھتے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں پر ورم آ جاتا اور آپ سردیوں میں چھت کے اوپر نماز تہجد ادا فرماتے تاکہ نیند نہ آئے۔ (۸۹)

حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو عبادت، مجاہدہ اور راتوں کے قیام کی وجہ سے عبد الصالح کا لقب دیا جاتا تھا۔

امام عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں، حضرت منصور بن المعتمر رحمۃ اللہ علیہ رات میں اپنے گھر کی چھت پر قیام فرماتے اور جب آپ فوت ہوئے تو پڑوس کی بیٹی نے اپنے باپ سے پوچھا کہ وہ ستون کہاں گیا جو ہمارے پڑوس کی چھت پر تھا یہ اس لئے کہ وہ لڑکی صرف رات کو چھت پر چڑھتی تھی۔ آپ نے ساٹھ برس تک روزے رکھے اور راتوں کو قیام کیا آپ ساری ساری رات گریہ زاری کرتے اور جب صبح ہوتی تو آنکھوں میں سرمہ لگاتے اور تیل لگا کر باہر لوگوں میں تشریف لاتے گویا آپ ساری رات سوئے رہے۔ (۹۰)

حضرت حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص رات کی نماز کا قیام لمبا کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کا طویل قیام اس پر آسان فرمادے گا۔ (۹۱)

اسلام کا فلسفہ نوافل

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ (۹۲)

ترجمہ: اور ہم نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

عبادت کا مفہوم اسلام میں بڑا وسیع ہے ہر وہ کار خیر جو بندہ اپنے مالک و مولا کی رضا، مرضی اور منشاء کے مطابق کرتا ہے وہ عبادت ہے اور امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اتنی وسعت عطا فرمادی ہے اپنی امت کے لئے اور اللہ کے بندوں کے لئے فرمایا کہ: جو اللہ کا مومن بندہ ہے اس کی حالت کوئی بھی ہو وہ عبادت سے خالی نہیں ہوتی۔ بالفرض اگر وہ آزمائش یا تکلیف میں ہے تو فرمایا کہ اگر اللہ کا مومن بندہ ہے تو حالت صبر میں ہوگا۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○ (۹۳)

ترجمہ: بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یعنی اللہ تعالی کی معیت کا شرف اسے حاصل ہوگا اور بندہ اس کی بندگی میں لگا ہوگا۔ اگر مومن صبر کی کیفیت میں ہے تو اس کی یہ شان ہے:

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (۹۴)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں اور اس کی ہی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

مومن کی دو حالتیں:

مومن ان دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا وہ صبر میں ہوگا یا شکر میں۔ اگر وہ کسی تکلیف یا آزمائش، تکلیف یا بیماری میں مبتلا ہے تو حالت صبر میں ہے اور اگر کسی نعمت یا انعام سے محظوظ ہو رہا ہے تو حالت شکر میں ہوگا ان صورتوں میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہے۔ عبادت کا مفہوم اسلام میں بہت وسیع ہے ان عبادات میں بنیادی عبادت نماز ہے جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کا ایک ایسا جامع اظہار ہے گویا ایک مومن بندہ جب اپنے رب کی بارگاہ میں حالت نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ پوری عبادت کا جتنا بھی اسلام میں تصور ہے اس ساری کیفیات کا بیک وقت اپنے مالک و مولا کی بارگاہ میں اظہار کر رہا ہوتا ہے۔

فرض نمازوں کے علاوہ جو نفلی عبادات ہیں ان کے اندر بندگی کا وہ پوشیدہ جز اور جذبہ پایا جاتا ہے جو بندے اور رب کے درمیان تعلق کا اظہار کرتا ہے۔ فرائض کی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے فرائض بنیاد اور اصل ہیں اور نوافل اس کی

فرع ہیں۔فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنے مالک ومولا کی بندگی اور اظہار عبدیت کے لئے مومن کو جو طریقہ کار شریعت اسلامیہ نے بتایا ہے اس کو نفلی عبادات کہا جاتا ہے۔لغت میں نفل کا معنی ہے زائد چیز۔جو شخص نفلی عبادات کرتا ہے اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ وہ زائد عبادت ہے جس کا تقاضہ نہیں کیا گیا لیکن میں اپنی حس عبودیت کی تشفی، اطمینان کے لئے اور بندگی کے اظہار کے لئے اسے ادا کر رہا ہے۔مومن کے لئے اس پوشیدہ حس کا دریافت کرنا اور اس کا اظہار کرنا کامل مومن ہونے کا تقاضہ ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ عَلَى

هَذَا وَلَا أَنْقُصُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ (۹۵)

ترجمہ:

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نجد کا باشندہ ایک روز خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا جو پریشان حال اور بدحال لگ رہا تھا اور اس شخص کی آواز کی جھن جھن ہم لوگ محسوس کر رہے تھے۔ لیکن اس شخص کی گفتگو نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ وہ شخص نزدیک پہنچ گیا۔ ہم کو معلوم ہوا کے یہ شخص اسلام کا مفہوم سمجھ رہا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام کا تعارف یہ ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں ادا کرنا رات اور دن میں۔ اس شخص نے عرض کیا اس کے علاوہ تو کوئی نماز میرے ذمہ نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں اور اب اس کے علاوہ کوئی دوسری نماز تمہارے ذمہ نہیں ہے لیکن نماز نفل تم چاہو تو پڑھ لو اور ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ اس شخص نے عرض کیا میرے اوپر اس کے علاوہ تو کوئی بات لازم نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں تمہارا دل چاہے تو نفلی روزہ رکھو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کے بارے میں بیان فرمایا۔ اس نے عرض کیا اس کے علاوہ تو اور کچھ مجھ کو ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں لیکن نفلی طریقہ سے جو تمہارا دل

چاہے دے دینا۔ پھر وہ شخص پشت پھیر کر روانہ ہو گیا اور وہ شخص یہ کہتا ہوا جا رہا تھا کہ اللہ کی قسم میں اس میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص نے نجات حاصل کر لی اگر اس نے سچ بولا ہے۔

اسے جاتے وقت جنتی ہونے کی بشارت دے دی کہ جو یہ کہ رہا ہے اگر یہ اس جذبے میں سچا ہے تو یہ جنتی ہے یہاں سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ جو اتنا ہی کر لے کافی ہے اس کے علاوہ جو اضافی عبادات ہیں وہ نوافل میں آئیں گی۔

دوسری حدیث پاک نوافل کی شرعی حیثیت کے حوالے سے جو صحیحین کی روایت ہے:

أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللَّهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُولُ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (۹۶)

ترجمہ:

حضرت حسین بن علی، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شب ان کے پاس آئے اور فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، تو فرمایا کہ تم دونوں نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں جب وہ ہمیں اٹھانا چاہے گا تو ہم اٹھیں گے، جب ہم لوگوں نے یہ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوٹ گئے اور ہم لوگوں کی طرف کچھ بھی متوجہ نہ ہوئے پھر میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیٹھ پھیر رہے تھے ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا انسان تمام چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محل وقوع معلوم ہو تو اس حدیث کی صحیح سمجھ آسکتی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر جہاں اب گنبد خضرا ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کاشانہ نبوت ہے اور ریاض الجنہ کے اندر مصلیٰ کی بائیں جانب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ تہجد کے وقت گزرتے ہوئے آپ کا معمول تھا کہ صاحبزادی کے گھر کی طرف متوجہ ہو کر آواز دیا کرتے تھے "السلام علیکم یا اھل البیت"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے حجروں میں اپنی صاحبزادی کا حجرہ رکھوایا ہوا تھا چونکہ صاحبزادی کا گھر تھا تو اپنائیت بھی بہت زیادہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرے میں داخل ہوئے دیکھا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو رہے ہیں۔ رحمۃ اللعالمینی کا اظہار، کرم نوازی، شفقت اور تعلق، تعلیم

امت کے لئے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس وقت سور ہے ہو، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چچازاد، صحابی، مرید، داماد اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردہ بھی ہیں۔ بات معقول تھی اور جواب مدلل تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی تعارض نہ فرمایا لیکن اظہار تاسف فرمایا قرآن کی آیت سے کیونکہ حضرت علی نے قرآن ہی پیش کیا تھا۔ اس میں امت کی تعلیم، اور فقہی مسئلہ یہ ہے کہ نفلی عبادات میں جبر یا مواخذہ نہیں ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (۹۷)

ترجمہ:

ہم نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لئے۔

مفسرین فرماتے ہیں لیعبدون سے مراد لیعرفون ہے۔ تاکہ وہ اپنے رب کی معرفت حاصل کرے جس قدر بندے کو اپنے رب کی معرفت حاصل ہوتی ہے اسی قدر اس کی نفلی عبادات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اس کی مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رات میں عبادت کے معمول کے حوالے سے صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا قیام بہت طویل ہوتا تھا۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ تہجد کے وقت آپ ۸ رکعتیں تہجد کی اور ۳ رکعتیں وتر کی تہجد کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے۔ تہجد نفلی نمازوں میں سب سے افضل نماز ہے جسے ''جوف اللیل'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس کو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے پہلے، درمیانے اور آخری حصے میں بھی ادا فرمایا ہے۔ صحابہ کرام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی فرض نماز کیسی ہوتی تھی تو آپ نے فرمایا:

إِذَا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ (۹۸)

ترجمہ:

"جب تم میں سے کوئی نماز کی امامت کروائے اسے چاہیے کہ وہ ہلکی نماز پڑھائے"۔

فرض نماز کے اجتماع میں بوڑھے، مریض، ضعیف، بچے بھی شامل ہوتے تھے بلکہ عہد نبوی میں تو خواتین بھی فرض نمازوں کی جماعت میں شامل ہوتی تھیں۔ یہی اصل میں شریعت اسلامیہ کا مزاج بھی ہے کہ جب اجتماعی عبادت ہو رہی ہو تو اس میں تخفیف کی جائے اور نفلی نمازوں میں طوالت اختیار کی جائے۔ صحیح مسلم میں ہے: نفل نماز میں سب سے افضل عمل لمبا قیام ہے۔ لمبے قیام کے لئے قرآت لمبی کرنی پڑے گی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو معمول صحابہ نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں:

فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقَرَأَ فِيهِنَّ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَاءَ وَالْمَائِدَةَ أَوِ الْأَنْعَامَ شَكَّ شُعْبَةُ (۹۹)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار رکعتیں ادا فرمائیں پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ تلاوت فرمائی اور دوسری رکعت میں سورۃ آل عمران تلاوت فرمائی

جبکہ تیسری رکعت میں سورۃ النساء اور چوتھی رکعت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ المائدۃ یا سورۃ الانعام تلاوت فرمائی۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک رکعت میں قرآن پاک کی طویل ترین سورتیں تلاوت فرمائیں اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستقل معمول بھی تھا۔

مقدار نہیں معیار:

دوسری اہم ترین بات شریعت اسلامیہ میں جس پر زور دیا گیا ہے وہ مقدار کی بجائے معیار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہجد میں صرف آٹھ رکعتیں ہی ادا فرمائیں حالانکہ آپ چاہتے تو آٹھ سو رکعتیں بھی ہو سکتی تھیں اور آپ کی نماز کا معیار جوام المومنین نے بیان فرمایا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام اتنا لمبا ہوتا کی جتنی دیر میں پچاس آیتیں قران پاک کی ٹھہر ٹھہر کے پڑھی جائیں، اس کے بعد جب رکوع میں جاتے تو رکوع بھی قیام جتنا ہوتا پھر جب سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر قومہ میں جاتے تو قومہ کی مقدار بھی رکوع کے برابر ہوتی تھی۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ

سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ (۱۰۰)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بستر پر نہ پایا تو تلاش کیا۔ میرا ہاتھ (اندھیرے میں) آپ کے تلووں کو لگا۔ آپ مسجد میں تھے اور (سجدہ میں) آپ کے پاؤں کھڑے تھے۔ آپ یہ دعا مانگ رہے تھے: اللَّهُمَّ إِنِّي، أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُبِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ اے اللہ! میں آپ کی رضامندی کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپ کی ناراضگی سے اور آپ کے درگزر کی پناہ چاہتا ہوں آپ کی سزا سے اور میں آپ ہی کی پناہ چاہتا ہوں آپ سے۔ میں آپ کی تعریف پوری نہیں کرسکتا۔ آپ ایسے ہی ہیں جیسے آپ نے خود اپنی تعریف فرمائی۔

اب اس دعا کا مفہوم جو بندہ سمجھتا ہے، اس کو سمجھ آتی ہے کہ یہ اللہ کا سب سے مقرب ترین اور سب سے محبوب ترین بندہ ہے اور اس کے جذبات یہ ہیں یہ الفاظ قیامت تک حرف آخر ہیں اب اس کے بعد کوئی بندہ کوئی بزرگ ــــــ، کوئی

ولی، کوئی عابد، کوئی ریاضت ومجاہدہ کرنے والا اس حد کو عبور نہیں کرسکتا۔

ام المومنین فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مناجات اکثر معمولاً تکراراً فرمایا کرتے تھے کبھی رکوع میں تو کبھی سجدے میں۔ اس دعا پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے مقرب، اور محبوب ترین بندہ اس کے جذبات یہ ہیں کہ اب اس کے بعد کوئی بزرگ، ولی، عابد، مجاہد اس حد کو عبور نہیں کرسکتا۔ جو کیفیات اس دعا میں پوشیدہ ہیں عبدیت خشیت اور خشوع کی وہ ان الفاظ سے عیاں ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بندگی کو مجسم کردیا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منفرد اور امتیازی کمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بندگی عبادت اور عبدیت کو صرف الفاظ کا مجموعہ نہیں چھوڑا بلکہ بندگی کو مجسم کرکے دکھایا۔

اللہ رب العالمین نے قرآن کی صورت میں اپنی ثناء خود نازل فرمائی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب سے زیادہ حمد گزار، ثنا گستر اور ثناء خوان ہی فرمارہے ہیں کہ ''لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ'' تو ان کی امت کیسے اس قابل ہوسکتی ہے یہ امتی تو بہت کمزور ہیں کیسے اس کی ثناء بیان کریں گے۔ سورۃ الفاتحہ کی قدر اور اہمیت اس سے بھی اجاگر ہوتی ہے کہ جس کی حمد ہے وہ خود ہی اپنی حمد کرکے ہمیں بتارہا ہے کہ اب انہی الفاظ کو دہراتے جانا میری حمد ہوتی جائے گی۔ اللہ رب العالمین کی طرف سے اس شان کریمی ورحیمی کا اظہار بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی فیضان ہے اور اپنی امت پر کمال مہربانی کی ایک شکل ہے۔

اسلام میں نوافل کا جو فلسفہ بیان ہوا ہے اس میں معیار کو مقدار پر ترجیح

حاصل ہے ہم سنتے ہیں صوفیائے کرام کے بارے میں جو سوسو، دو دو سو یہاں تک کہ تین تین سو رکعت نوافل ادا کرتے تھے لیکن اللہ کے سب سے بڑے عارف، عبد خاص اور جنہیں عبدہُ کا لقب عطا فرمایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہجد میں آٹھ رکعتیں ہی ادا فرمائیں ہیں، اور تفصیل اور ترتیب سے ادا فرمائیں ہیں جیسا کہ صحابہ نے بیان فرمایا ہے۔ اگر کسی کو اور کچھ نہیں آتا تو سجدہ اور رکوع میں تسبیحات کی کثرت کرے اور مسنون دعائیں یاد کرے حتیٰ کہ دو سجدوں کے درمیان بھی دعا ہے لیکن تب جب اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی نماز کو منافق کی نماز کہا جو کوے کی طرح زمین پر چونچیں مارتا ہے اور بس گنتی ہی پوری کرتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِبْلٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ وَأَنْ يُوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوَطِّنُ الْبَعِيرُ (۱۰۱)

ترجمہ:

حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کوّے کی طرح ٹھونگ مارنے سے، درندے کی طرح بازو بچھانے سے اور مسجد میں ایک جگہ مقرر کر لینے سے جس طرح اونٹ مقرر کر لیتا ہے۔

جس کی ہم عبادت کر رہے ہیں اس کے نزدیک اس گنتی کی کوئی اہمیت نہیں ہے سو رکعتیں ہو پانچ سو رکعتیں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن جب احسن طریقے سے وضو کرتا ہے اور پھر دو رکعتیں بہترین طریقے سے ادا کرتا ہے تو سلام پھیرتے ہی اس کے وجود سے گناہ اور اس کے اثرات اس طرح مٹ جاتے ہیں کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی اس کے اثرات زائل ہو جاتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ الصُّنَابِحِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ فَتمَضْمَضَ، خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ فِيهِ، فَإِذَا اسْتَنْثَرَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ أَنْفِهِ، فَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ وَجْهِهِ، حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَشْفَارِ عَيْنَيْهِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ يَدَيْهِ، حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ يَدَيْهِ، فَإِذَا مَسَحَ رَأْسَهُ، خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رَأْسِهِ، حَتَّى تَخْرُجَ الخطايا مِنْ أُذُنَيْهِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ، خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ، حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أظفارِ رِجْلَيْهِ ثُمَّ كَانَ سَعْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَصَلَاتُهُ نَافِلَةً (۱۰۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ صنابحی سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ارشاد فرمایا جس وقت کوئی مومن وضو کرتا ہے اور وہ دوران وضو کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے اس کے تمام (چھوٹے) گناہ نکل جاتے ہیں۔ اسی طریقہ سے جب وہ ناک سنکتا ہے تو ناک سے اور چہرہ دھوتا ہے تو چہرہ سے یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کی پلک سے ہونے والے تمام کے تمام گناہ نکل جاتے ہیں پھر جب دونوں ہاتھوں کو دھوتا ہے تو ان سے ہونے والے گناہ اور حتی کہ اس کے ناخن کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ اسی طریقہ سے سر کا مسح کرنے سے اور حتی کہ دونوں کانوں سے بھی (صغیرہ) گناہ نکل جاتے ہیں اور جس وقت پاؤں دھوتا ہے تو ان کے ناخنوں کے نیچے تک کے گناہ نکل جاتے ہیں پھر وہ بندہ مسجد کی جانب چل دیتا ہے اور وہ مسجد میں نوافل ادا کرنے لگتا ہے تو ان کا اجر وثواب علیحدہ ہے یعنی اس کا مزید ثواب ملے گا۔

یہ انعام صرف دو رکعتیں پڑھنے پر ہے مگر شرط وہی ہے کہ معیار کو ملحوظ رکھا جائے یعنی اچھے طریقے سے وضو کیا جائے اور خشوع وخضوع کے ساتھ دو رکعتیں ادا کرے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ

نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طُهُورًا فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ (۱۰۳)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فجر کی نماز کے وقت فرمایا کہ اے بلال تم مجھے امید کا کام بتاؤ جو تم نے حالت اسلام میں کیا ہو، اس لئے کہ میں نے تمہارے جوتوں کی آواز جنت میں سنی ہے، بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے امید کا کام جو کیا وہ یہ ہے کہ رات یا دن کسی بھی ساعت میں میں نے پاکی حاصل کی، وضو کیا، تو اس وضو سے میں نے جس قدر میرے مقدر میں تھا، نماز پڑھی۔

یعنی پہلے احتیاط واحترام سے وضو کیا اس کے بعد دو رکعتیں اس احتیاط و اہتمام کا شکرانہ دو رکعت نفل کی صورت میں ادا کیا اس کو ''تحیۃ الوضو'' کہتے ہیں یہ بہت مقبول و مسنون نفل ہیں بلکہ بعض علماء کے نزدیک تہجد کے بعد سب سے افضل نفل تحیۃ الوضو کے ہیں اس کی عادت ڈالنی چاہیے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ اکیلے ہی ادا کیے جاتے ہیں گھر آفس یا مسجد جہاں بھی آپ ہوں وہیں ادا کیے جائیں ضروری نہیں کہ مسجد میں ان کو ادا کرنے جائیں۔ اس میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور قرب کے حصول میں اتنے حریص

ہیں کہ اپنے امتی کی چاپ اپنے آگے سن کر اس سے پوچھنے سے بھی گریز نہیں فرما رہے کیسی تعلیم فرما رہے ہیں امت کی۔

پہلی بات جو معیار کے حوالے سے عرض کی ہے کہ زیادہ تعداد مطلوب نہیں ہے بلکہ یہ کوشش ہونی چاہئے کہ نفل بے شک دو ہی ادا کئے جائیں لیکن اس میں کوشش اور وقت دس رکعتوں کا لگایا جائے عمومی طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایک رکعت کو ایک منٹ میں ختم کر کے تعداد کو بڑھانے پر زور لگایا جاتا ہے اس سے گریز کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی قوت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا:

رات کا وقت تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد میں دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی ہے فرمایا یہ رسی کس نے باندھی ہے؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بوڑھی ضعیف صحابیہ ہیں جب کہ ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین ام سلمٰی رضی اللہ عنہا ہیں رات میں نفل ادا کرتیں ہیں اور جب تھک جاتیں ہیں تو اس رسی سے سہارا لیتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ رسی اتار دو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی قوت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هَذَا الْحَبْلُ قَالُوا هَذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ فَإِذَا

فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا حُلُّوهُ لِیُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْیَقْعُدْ (۱۰۴)

ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو دیکھا کہ دوستونوں کے درمیان رسی کھنچی ہوئی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ زینب کی رسی ہے۔ جب وہ تکان محسوس کرتی ہیں تو اس کے ساتھ لٹک جاتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں اسے کھول دو تم میں سے ہر شخص اپنی خوشی کے ساتھ نماز پڑھے جب سستی معلوم ہو تو بیٹھ جائے جب تم تلاوت کر رہے ہوتے ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس وقت تک تمہاری طرف متوجہ رہتے ہیں جب تک کہ تم تھک نہ جاؤ، اور جب تم تھک جاتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی توجہ بھی تم سے ہٹ جاتی ہے۔ اگر طبیعت بھر چکی ہے یا دل نہیں چاہ رہا تو وہ کام چھوڑ دینا ہی ہماری شریعت کا مزاج ہے۔

نوافل کی روح:

دوسری بات نوافل کے اندر اس کی پوشیدگی ہے یعنی اخفاء۔ اخفاء کا مطلب ہے چھپا ہوا، پوشیدہ۔ نوافل کے حوالے سے تین چیزیں اہمیت کی حامل ہیں۔

۱۔ معیار

۲۔اخفاء

۳۔انفرادیت

انفرادیت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ صَلاَةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلاَتِهِ فِي مَسْجِدِي هَذَا إِلاَّ الْمَكْتُوبَةَ (۱۰۵)

ترجمہ:

میرے مومن امتی کی فرائض کے علاوہ نماز (نفل) اپنے گھر میں ادا کرنا میری اس مسجد نبوی میں پڑھنے سے بھی افضل ہے۔

کیسی عظیم بشارت ہے کہ نفل نماز جو بندہ اپنے گھر میں پڑھے وہ مسجد نبوی میں پڑھنے سے بھی افضل ہے۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے اس سے مراد فرض کے علاوہ باقی تمام نمازیں ہیں سنتیں بھی کیونکہ سنتیں بھی حقیقت میں نفل ہی ہیں۔ فرائض کے علاوہ جتنی بھی نمازیں ہیں حقیقت میں نفل ہی ہے لیکن اس کے مراتب و مدارج ہیں جیسا کہ وتر واجب ہیں اسی طرح سنت کوئی مؤکدہ ہے کوئی غیر مؤکدہ یہ سب مدارج ہیں لیکن حقیقت میں یہ سب نوافل ہیں۔

نماز نور ہے:

ام المومنین فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی اذان کے بعد دو سنتیں ہلکی پڑھتے اور مسجد میں تشریف لے جاتے اسی طرح ظہر میں چار سنتیں گھر پر ہی ادا

فرماتے اور فرض مسجد نبوی میں ادا فرماتے اور اس کے بعد باقی نماز بھی گھر میں ادا فرماتے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ -صلی الله علیه وسلم- قَبْلَ الظُّھْرِ سَجْدَتَیْنِ وَبَعْدَھَا سَجْدَتَیْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ سَجْدَتَیْنِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ سَجْدَتَیْنِ، وَبَعْدَ الْجُمُعَةِ سَجْدَتَیْنِ، فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ وَالْجُمُعَةُ فَفِی بَیْتِهِ(۱۰۶)

ترجمہ:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں اور دو رکعتیں ظہر کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعات عشا کے بعد اور دو رکعتیں جمعہ کے بعد اور آپ مغرب، عشا اور جمعہ کی (نفل) رکعتیں اپنے گھر میں ادا فرماتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ حَفْصَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِینَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ -صلی الله علیه وسلم- كَانَ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الأَذَانِ لِصَلاَةِ الصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ رَكَعَ رَكْعَتَیْنِ خَفِیفَتَیْنِ قَبْلَ أَنْ تُقَامَ الصَّلاَةُ(۱۰۷)

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت حفصہ نے مجھے خبر دی کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو خفیف رکعتیں ادا فرماتے جب موذن صبح کی اذان سے خاموش ہو جاتا اور صبح طلوع ہو جاتی فرض نماز سے پہلے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر اور مسجد میں فاصلہ کتنا سا تھا پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتیں گھر ہی میں ادا فرماتے اور باقی سنتیں بھی فرائض کے بعد گھر آ کر ادا فرماتے۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم اَتٰى مَسْجِدَ بَنِي عَبْدِالْاَشْهَلِ فَصَلّٰى فِيْهِ الْمَغْرِبَ فَلَمَّا قَضَوْا صَلَاتَهُمْ رَاٰهُمْ يُسَبِّحُوْنَ بَعْدَهَا فَقَالَ هٰذِهٖ صَلَاةُ الْبُيُوْتِ (۱۰۸)

ترجمہ:

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ بنو عبد الاشہل کی مسجد میں مغرب کی نماز ادا فرما رہے تھے اور جب فرض ادا کر چکے تو دیکھا کہ کچھ لوگ سنتوں کے لئے کھڑے ہو گئے تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا: ھذا صلاۃ البیوت لوگو! یہ گھر کی نماز ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا (۱۰۹)

ترجمہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کچھ نماز اپنے گھروں میں ادا کیا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔

ایک دوسری روایت میں فرمایا: فرض نماز کے علاوہ اپنی نمازوں کا کچھ حصہ اپنے گھروں کے لئے بچا کر رکھا کرو، اور اپنے گھروں کو نماز سے روشن کیا کرو۔

عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ إِلَى عُمَرَ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَيْهِ قَالَ لَهُمْ مِمَّنْ أَنْتُمْ قَالُوا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ فَبِإِذْنٍ جِئْتُمْ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَسَأَلُوهُ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ فَقَالَ عُمَرُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَّا صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ فَنُورٌ فَنَوِّرُوا بُيُوتَكُمْ (۱۱۰)

ترجمہ:

عاصم بن عمرو سے روایت ہے کہ کچھ لوگ عراق سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا عراق والے۔

حضرت عمر فاروق نے کہا تم حکم سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا جی۔ ان لوگوں نے حضرت عمر فاروق سے گھر میں نماز پڑھنے کا پوچھا انہوں نے کہا میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مرد کی نماز اپنے گھر میں نور ہے تو منور (روشن) کرو اپنے گھروں کو۔

اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اپنی نماز کی برکت صرف اپنے گھر تک نہ رکھے بلکہ اس کو تمہارے گھروں تک پہنچائے، اور اس کی حکمت یہ فرمائی کہ تمہارے گھروں میں نماز کی برکت سے نور پھیلے کیونکہ نماز نور ہے اس لئے اپنے گھروں کو اس سے روشن کرو۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَضَى أَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ فِي مَسْجِدِهِ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهِ نَصِيبًا مِنْ صَلَاتِهِ فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِي بَيْتِهِ مِنْ صَلَاتِهِ خَيْرًا۔ (۱۱۱)

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز پڑھے تو اس میں کچھ حصہ اپنے گھر کے لئے بچائے۔ پس اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کی برکت تمہارے گھروں تک پہنچائے۔

گھر والوں کی تربیت:

ایک اور پہلو اس میں گھر میں موجود بچوں کی تعلیم کا بھی ہے کہ وہ آپ کو نماز پڑھتا دیکھیں تو ان میں اس کا شوق پیدا ہو اور انہیں تعلیم ہو کہ نماز کیسے پڑھتے ہیں۔ اس طریقے سے نماز پڑھنے میں انفرادیت اور پوشیدگی کا پہلو بھی اس میں شامل ہو جائے گا۔

آج کل دیکھا گیا ہے ایک نیا انداز لوگوں نے نوافل ادا کرنے کا اختیار کیا ہے کہ مساجد میں تسبیح نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے یا اس کے علاوہ مختلف نفلی نمازیں باجماعت ادا کی جاتیں ہیں یہ نوافل کی اس روح کے خلاف ہے جس کا ذکر اوپر ہوا کہ تین چیزیں نوافل میں ہونا ضروری ہیں، معیار، اخفاء اور انفرادیت اور باجماعت نفلی نماز پڑھنے سے یہ تینوں چیزیں اس میں سے نکل جائیں گی یعنی نوافل کی روح اس میں سے نکل جائے گی اور باقی صرف اداکاری بچ جائے گی اللہ تعالیٰ کو اس اداکاری کی کوئی حاجت نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان ظاہری حرکات وسکنات کو نہیں بلکہ دل کی کیفیات کو دیکھتا ہے۔

نوافل کی قبولیّت کا معیار:

نوافل میں قبولیت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس میں مسنونیت پیدا ہو جائے یعنی اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب کی سنت کا رنگ جھلکے نماز اسی وقت نماز کہلائے گی جب وہ سنت کے مطابق ہوگی کیونکہ اس کے بارے میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي (۱۱۲)

ترجمہ:

نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

یعنی نماز کی روح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ مبارک ہے، اور سنت سے ہٹ کر جو بھی نماز ادا کی جائے گی وہ روح کے بغیر ہوگی۔

سنت مؤکدہ کی فضیلت:

جن نوافل پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشگی فرمائی ہو وہ ہمارے لئے سنت مؤکدہ کا درجہ رکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وہ نوافل تھے مگر ہمارے لئے سنت مؤکدہ ہیں۔

صحاح میں یہ روایت بار بار آئی ہے:

عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّي لِلَّهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيضَةٍ إِلَّا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ أَوْ إِلَّا بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ فَمَا بَرِحْتُ أُصَلِّيهِنَّ بَعْدُ وَقَالَ عَمْرٌو مَا بَرِحْتُ أُصَلِّيهِنَّ بَعْدُ وَقَالَ النُّعْمَانُ مِثْلَ ذٰلِكَ (۱۱۳)

ترجمہ:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مسلمان بندہ روزانہ بارہ رکعتیں فرض نمازوں کے علاوہ نفل میں سے اللہ کے لئے پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتے ہیں یا (فرمایا کہ) اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا، حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ میں اس کے بعد سے ان نمازوں کو پڑھتی رہی ہوں اسی طرح عمرو اور نعمان نے بھی اپنی اپنی روایات میں اسی طرح کہا ہے۔

عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ (۱۱۴)

ترجمہ:

ام حبیبہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن رات میں بارہ رکعتیں ادا کرے اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے جو نماز ہے اول روز کی۔

دو رکعتیں فجر سے پہلے، چار ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے فرائض کے بعد یہ وہ بارہ رکعتیں ہیں جن کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ظہر سے پہلے دو اور ظہر کے بعد دو کا ذکر ہے، ایک روایت میں سولہ رکعتوں کا ذکر ہے اس میں عصر سے پہلے کی چار رکعتوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ لیکن ۱۲ رکعتوں کا اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جو ان کو اپنا معمول بنا لے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں محل عطا فرماتا ہے۔ یعنی بخشش تو ہوگئی اب اس کو جنت میں اعزاز و اکرام بھی مل گیا۔ برصغیر پاک و ہند کے لوگ، جن کو عرب لوگ عجمی کہتے ہیں، کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان سنتوں کی پابندی کرتے ہیں۔ ام المومنین جو روایت کر رہی ہیں فرماتی ہیں: مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم جب سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے میں نے ان رکعتوں کو کبھی ترک نہیں کیا اسی طرح اس حدیث کے اگلے راوی بھی فرماتے ہیں میں نے جب سے ان رکعتوں کے بارے میں ام المومنین سے سنا ہے میں نے بھی کبھی ان کو ترک نہیں کیا۔ ام المومنین کے فرمودہ یہ الفاظ حدیث کا حصہ بن گئے کیونکہ محدثین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ان الفاظ کو برکت کے لئے دہرایا کرتے اور اسی طرح ہر راوی جب اس حدیث کو کسی سے بیان کرتا تو وہ ساتھ کہتا میں نے جب سے فلاں راوی سے یہ سنا ہے میں نے یہ رکعتیں کبھی ترک نہیں کیں۔ برصغیر کے لوگ اس حدیث پر بڑی سختی سے عمل پیرا ہیں جبکہ عرب میں یہ معمول نہیں ہے وہ لوگ صرف فرض نماز پر زور دیتے ہیں ہم لوگ اس بات

کو ناپسند کرتے ہیں تو لیکن وہ صحابی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہہ کر گئے تھے کہ اب میں اس پر نہ کم کروں گا نہ زیادہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ اس پر قائم رہا تو یہ جنتی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صحابی کو صرف فرائض ہی بتائے تھے اور اس صحابی نے کہا میں اس پر نہ کم کروں گا نہ زیادہ اس روایت سے یہ بات تو ثابت ہے کہ ان رکعتوں میں کسی پر کوئی جبر یا جھگڑا نہیں کہ آپ اس وجہ سے کسی کو کمتر جانیں لیکن خود اس کو اپنا معمول بنائیں کیونکہ فقہاء کے نزدیک سنت مئوکدہ کا قصداً ترک گناہ ہے۔

اشراق کی دو رکعتوں کی فضیلت:

اشراق کی دو رکعتوں کے بارے میں روایت ہے:

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ. (۱۱۵)

ترجمہ:

حضرت انس سے رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے بعد بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ سورج نکل آئے پھر دو

رکعتیں پڑھے اس کے لئے ایک حج اور عمرے کا ثواب ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا پورا پورا پورا۔

اس کے بعد چاشت کے نوافل ہیں۔ ان کی تعداد معین نہیں ہے چاہیں تو دو، چار یا آٹھ پڑھ لیں۔ (۱۱۶)

محققین کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

مغرب کے بعد اوابین کے چھ نوافل ہوتے ہیں یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھنا ثابت نہیں ہے لیکن اس کی فضیلت بعض ضعیف روایات میں آئی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى سِتَّ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ لَمْ يَتَكَلَّمْ بَيْنَهُنَّ بِسُوءٍ عُدِلَتْ لَهُ عِبَادَةَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً (۱۱۷)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے اس دوران کوئی بری بات نہ کہے تو یہ اس کے لئے بارہ سال کی عبادت کے برابر ہے۔

ایک صحابی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھیں۔

محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ، صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ، فَقُلْتُ يَا أَبَهْ، مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: رَأَيْتُ حَبِيبِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ، وَقَالَ مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ (۱۱۸)

ترجمہ:

میں نے عمار بن یاسر کو مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھتے دیکھا تو میں نے عرض کی کہ ابا جان یہ کیسی نماز ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھتے دیکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھیں اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مغرب سے عشاء تک نوافل ادا کرنا:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے مغرب کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ادا کی اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ عشاء تک نوافل ادا کرتے رہے۔ (۱۱۹)

اس وقت کا ذکر قرآن پاک میں بھی ملتا ہے: اللہ کے خاص بندے، اواب بندے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والے بندے ہیں وہ اس وقت کو عبادت میں صرف کرتے ہیں۔

نوافل کے ادا کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے وہ وقت جس میں غفلت کا امکان زیادہ ہو وہ وقت یا وہ مقام وہاں پر تھوڑی عبادت کا اجر بھی بہت زیادہ ہے۔ اس زمانے میں لوگ مغرب کی نماز پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے تھے اور عشاء کی نماز لیٹ پڑھی جاتی تھی اس لئے اس وقت میں غفلت کا امکان زیادہ ہے اور مغرب سے عشاء کے درمیان کافی وقت ہوتا تھا کیونکہ عشاء کا مستحب اور مسنون وقت تقریباً گیارہ ساڑھے گیارہ بجے کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نوافل مغرب سے عشاء تک ادا کئے اس میں مقصد صرف گنتی پوری کرنا نہیں تھا بلکہ ترمذی شریف کی اس روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نوافل کی کیفیات بیان ہوئیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رات بھر ایک ہی آیت کا تکرار فرمانا:

یک رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی نماز ادا فرما رہے تھے تو اس میں ایک آیت کی تلاوت فرمائی:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (۱۲۰)

ترجمہ:

اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

اس آیت کی تکرار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ ساری رات اسی حالت میں کھڑے اس آیت کو دہراتے رہے آگے کوئی رکعت نہ پڑھی اور روتے رہے اپنے رب کی بارگاہ میں مناجات کرتے رہے اور آواز اتنی بلند ہوئی کہ صحابہ کرام اس آواز کو سنتے ہوئے روتے ہوئے اپنے گھروں سے باہر آ گئے۔

اسی طرح یہ صحابہ کے لئے بھی سنت بن گئی اس کے بعد صحابہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ ایک آیت کے تکرار میں ساری ساری رات گزر جاتی، یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یہی روح ہے نوافل کی کہ بندے کا اپنے رب سے مکالمہ ہو رہا ہے اور ایک گدا اور سائل اپنے مالک کی بارگاہ میں کھڑا مناجات کر رہا ہے اور سوال کر رہا ہے۔ اسے یہ فکر نہ ہو کہ کتنی رکعتیں ہو گئیں اور کتنی رہ گئیں بلکہ یہ فکر ہو کہ اس کی رسائی وہاں تک ہو رہی ہے کہ نہیں۔

نوافل قرب خداوندی کا ذریعہ:

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے میرے ولی سے بغض رکھا گویا اس نے مجھے جنگ کے لئے للکارا۔ میرے بندے نے کسی ایسی چیز سے زیادہ بڑھ کر میرا قرب نہیں پایا جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ پھر فرمایا: میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو

اپنا دوست رکھنے لگ جاتا ہوں اور محبوب بنا لیتا ہوں اور وہ مدارج قرب طے کرتا ہوا اتنا قرب حاصل کر لیتا ہے کہ میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ [۱۲۱]

اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب دینے والی چیز اور اللہ تعالیٰ کی سب سے پسندیدہ چیز فرائض ہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں: جس کے ذمے ابھی فرائض باقی ہوں اس کے نوافل ہوتے ہی نہیں اس کا نفل پڑھنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیا نکہ نفل کی باری اس وقت آئے گی جب فرائض اور واجبات ادا کر چکا ہو اب اس کی نفلی عبادات اسے نفع دیں گے بشرطیکہ اسے ان شرائط کے مطابق ادا کرے جو احادیث اور سنت میں بیان ہوئیں ہیں۔

اپنے رب سے مناجات کا ذوق پیدا کریں اور اس کی عبادت میں لذت لیں یہی اصل مقصد ہے کہ انسان کو عبادت میں مزا آنا شروع ہو جائیں اور کبھی وقت نکال کر نماز کا ترجمہ اور مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں تو ان شاء اللہ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ نماز معراج کیسے بنتی ہے۔

❁❁❁❁

نوافل کی جماعت کا مسئلہ

الحمد لله الذی علم الانسان مالم یعلم، و الصلوٰۃ والسلام علی النبی الکریم الذی اعلم الخلق ویعلم ما لا نعلم وعلیٰ آلہ و صحبہ ذوی الجود والکرم۔ امابعد!

حقیقی تعریف کے لائق وہی ذات بزرگ و برتر ہے جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا اور درودوسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جومخلوق میں سب سے زیادہ علم والے ہیں اور وہ سب کچھ جانتے ہیں جو ہمیں معلوم نہیں اور آپ کے آل واصحاب پر جو صاحبان جودوکرم ہیں۔

اطاعت رسول کے بارے میں قرآنی آیات:

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

ترجمہ:

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

ایک مسلمان کے لئے عبادات واحکام اور مسائل ومعاملات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال واعمال ہی بہترین نمونہ عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہی عمل بطور عبادت پسند ہے جو اس کے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ مبارک کے مطابق وتابع ہو اور ایسا عمل ہی قبولیت کے لائق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ○

(۱۲۳)

ترجمہ:

اے محبوب کہہ دیجیے! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں دوست رکھے گا۔

اسی طرح قرآن حکیم میں اعمال کو ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے یعنی عبادات اور نیک اعمال کو ناپسندیدہ اور ممنوع طریقے سے ادا کر کے انہیں برباد نہیں کرنا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق اور تابع رہتے ہوئے امور بندگی کو بجالانا چاہئے۔

رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ○ (۱۲۴)

ترجمہ:

اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

بدعت کی مذمت:

مَنْ اَحْدَثَ فِي اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ (۱۲۵)

ترجمہ:

جس نے ہمارے دین میں ایسی نئی بات نکالی جو اس میں سے نہ ہو وہ چیز مردود ہے۔

عبادت اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر اپنی من مانی اختیار کرنا ہی وہ ناپسندیدہ عمل ہے جسے "بدعت" کہتے ہیں۔

آج اکثر مساجد میں نفل نمازوں کا باجماعت اہتمام پورے زور وشور سے کیا جانا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ شب معراج، شب براءت اور لیلۃ القدر جیسی خاص راتوں میں "صلوٰۃ التسبیح" جیسی اہم انفرادی نماز کو اعلانات اور

شتہارات کے ذریعے لوگوں کو بلا بلا کر باجماعت ادا کیا جاتا ہے۔ حالانکہ فقہاء کرام نے نوافل کی جماعت اور اس کے لئے اعلان واشتہار بازی کو ''مکروہ تحریمی'' قرار دیا ہے۔ بغیر دعوت واعلان کے دو یا تین شخص امام کے ساتھ اگر نوافل باجماعت پڑھ لیں تو جائز ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی تعلیم کے لئے اور کبھی تبرکا ایسی نماز نفل کسی صحابی کے گھر میں ادا فرمائی ہے۔

جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُومُوا فَلِأُصَلِّ لَكُمْ قَالَ أَنَسٌ فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدْ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيمَ وَرَائَهُ وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ (۱۲۶)

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان کی دادی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کیلئے بلایا، جو (خاص) آپ

کیلئے انہوں نے تیار کیا تھا، جب آپ نوش فرما چکے، تو آپ نے فرمایا اٹھو میں تمہارے گھر میں نماز پڑھوں گا، انس کہتے ہیں میں اپنی ایک چٹائی کی طرف متوجہ ہوا، جو کثرت استعمال سے سیاہ ہوگئی تھی، میں نے اسے پانی سے دھویا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر کھڑے ہوگئے، میں نے اور ایک یتیم نے آپ کے پیچھے صف باندھ لی اور بڑھیا ہمارے پیچھے کھڑی ہوگئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سب کے ہمراہ دو رکعت ادا فرمائی، اس کے بعد آپ واپس تشریف لے گئے۔

امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس یتیم کا نام ضمیر بن سعد الحمیری تھا اور بڑھیا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم تھیں۔

صحیح بخاری اور مسلم کی دیگر احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اوقات فرض نماز کی جماعت بھی گھر میں کروائی ہے۔

اسی طرح تنہا یا با جماعت (دو یا تین مقتدیوں کے ساتھ) نوافل بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر ہی میں ادا فرمائے ہیں۔

حدیث پاک میں نوافل اور سنتیں گھر میں ادا کرنے کا حکم آیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا (۱۲۷)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں نفل نماز پڑھو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

سنن مؤکدہ، غیر مؤکدہ اور نوافل گھر میں پڑھنا سنت بھی ہے اور باعث اجروثواب بھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ (۱۲۸)

ترجمہ:

تو اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو کیونکہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نمازوں میں افضل نماز وہ ہے جو اس کے گھر میں ہو۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ صَلاَةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلاَتِهِ فِي مَسْجِدِي هَذَا إِلاَّ الْمَكْتُوبَةَ (۱۲۹)

ترجمہ:

میرے مومن امتی کی فرائض کے علاوہ نماز (نفل) اپنے گھر میں ادا کرنا میری اس مسجد نبوی میں پڑھنے سے بھی افضل ہے۔

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں لکھتے

ہیں نوافل کو تنہائی اور پوشیدگی میں ادا کرنے کی اہمیت وفضیلت بتانے کے لئے حضور علیہ السلام نے بطور مبالغہ یوں ارشاد فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا پچاس ہزار نماز کے برابر ہے جو اس کے علاوہ دیگر مساجد میں ادا کی جائیں علاوہ مسجد الحرام کے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نوافل کی مشروعیت چوں کہ قرب الٰہی کے حصول اور اظہار اخلاص وللٰہیت کے لئے ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ان میں نمائش کا پہلو نہ ہو اور لوگوں کی نظر سے چھپ کر کئے جائیں اور فرائض کی بنیاد فروع دین اور شعائر اسلامی کے اظہار پر ہے لہٰذا ضروری ہے کہ انہیں علی الاعلان ادا کیا جائے۔

یہ ارشاد چونکہ تراویح کی چند شب ادائیگی کے موقع پر فرمایا گیا تھا اس لئے بعض صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک تراویح کی نماز بھی گھر میں پوشیدہ ادا کرنا افضل ہے، البتہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور جمہور ائمہ کے نزدیک فضیلت باجماعت تراویح مسجد میں ادا کرنے میں ہی ہے۔

(اشعۃ المعات، حصہ اوّل، ص: ۵۴۲)

فقہی مسئلہ:

ایسے ہی یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ جن لوگوں کی سابقہ فرض نمازیں قضا ہو چکی ہیں ان کا نوافل میں مشغول ہونا درست نہیں۔ ایسے حضرات کو چاہیے کہ پہلے اپنی پچھلی فرض نمازیں ادا کریں پھر نفلی نمازیں پڑھیں کیونکہ فقہائے کرام فرماتے ہیں:

نفل بغیر فرض کے دھوکہ ہے اس کے قبول کی امید تو مفقود ہے جبکہ فرض کے ترک کا عذاب گردن پر موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اے عزیز فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ، قرض ادا نہ کیا جائے اور اوپر اوپر سے بیکار تحفے بھیجے جائیں تو کیا وہ قابل قبول ہوں گے؟ خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

مزید نقل کرتے ہیں:

جب خلیفۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نزع کا وقت آیا تو آپ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا اے عمر اللہ سے ڈرنا اور جان لو کہ اللہ کے کچھ کام دن کے ہیں کہ انہیں رات میں کرو تو قبول نہ فرمائے گا اور کچھ کام رات میں ہیں اگر انہیں دن میں کرو تو قبول نہیں ہوں گے اور خبر دار ہو کہ کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کر لیا جائے۔ (۱۳۰)

حضور پرنور سیّدنا غوث الاعظم، مولائے اکرم حضرت شیخ محی الملت والدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب مستطاب ''فتوح الغیب'' میں کیا کیا جگر شگاف مثالیں ایسے شخص کے لئے ارشاد فرمائی ہیں جو فرض چھوڑ کر نفل

بجالائے۔

فرماتے ہیں:

اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ اپنی خدمت کے لئے بلائے یہ وہاں تو حاضر نہ ہو اور بادشاہ کے غلام کی خدمت گاری میں لگا رہے۔

پھر حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے اس کی مثال نقل فرمائی کہ جناب ارشاد فرماتے ہیں:

ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا، جب بچہ پیدا ہونے کے دن قریب آئے اسقاط ہو گیا، اب نہ وہ حاملہ ہے نہ بچے والی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی ''فتوح الغیب'' میں نقل کرتے ہیں:

فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم یقبل منه واهین۔

یعنی اگر فرائض چھوڑ کر سنن ونوافل میں مشغول ہوگا تو وہ قبول نہیں ہوں گے، الٹا وہ خوار کیا جائے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

جو چیز لازم وضروری ہے اسے چھوڑ دینا اور غیر ضروری کا اہتمام کرنا عقل و شعور سے دور ہے کیونکہ عقل مند شخص کی نظر میں تکلیف دہ چیز کو دور کرنا بنسبت نفع بخش چیز کے حصول کے زیادہ ضروری ہے بلکہ حقیقت نفع اسی صورت میں ممکن ہے۔ (۱۳۱)

اسی سلسلہ میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر صدیقی سہروردی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

حضرت شیخ خواص کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نوافل کو اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک کہ فرض ادا نہ کر لئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے بارے میں فرماتا ہے،

تمھاری مثال اس برے بندے کی ہے جو قرض ادا کرنے سے پہلے ہدیہ پیش کرتا ہے۔ (۱۳۲)

❀❀❀❀

صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت

صلوٰۃ التسبیح ایک نفلی عبادت ہے جسکی فضیلت اور اجر وثواب کا بیان حدیث شریف میں ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّاهُ أَلَا أُعْطِيكَ أَلَا أَمْنَحُكَ أَلَا أَحْبُوكَ أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ خَطَأَهُ وَعَمْدَهُ صَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ عَشْرَ خِصَالٍ أَنْ تُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَأَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ فَتَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِي سَاجِدًا فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ

السُّجُودِ فَتَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ فَتَقُولُهَا عَشْرًا فَذَلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذَلِكَ فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي عُمُرِكَ مَرَّةً۔ (۱۳۳)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے کہا چچا جان کیا میں آپ کو عطیہ نہ دوں، کیا میں آپ کو ہدیہ نہ دوں۔ کیا میں آپ کو نہ بتاؤں ایسی دس باتیں کہ اگر آپ ان پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے، نئے اور پرانے، ارادہ سے کئے ہوئے یا بلا ارادہ کئے ہوئے، چھوٹے اور بڑے، کھلے اور چھپے سب گناہ بخش دے؟ اور وہ دس باتیں یہ ہیں۔ کہ آپ چار رکعت نماز پڑھیں اس طرح پر کہ ہر رکعت میں سورت فاتحہ اور کوئی ایک سورت پڑھیں اور جب قرأت سے فارغ ہو جائیں پہلی رکعت میں تو کھڑے کھڑے پندرہ مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ

پڑھیں پھر رکوع کریں میں دس مرتبہ کہیں پھر جب رکوع سے سر اٹھائیں تب پھر دس مرتبہ یہی کلمات کہیں، پھر سجدہ میں دس مرتبہ پھر سجدہ سے اٹھ کر دس مرتبہ پھر دوسرے سجدہ میں جا کر دس مرتبہ پھر دوسرے سجدہ سے اٹھ کر دس مرتبہ یہی پڑھیں اس طرح ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ یہ کلمات دہرائے جائیں گے پھر اسی طرح چاروں رکعتوں میں کریں۔ اگر ہو سکے تو یہ صلوٰۃ التسبیح روزانہ ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہر جمعہ کو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ اور اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو کم از کم زندگی میں ایک مرتبہ ضرور پڑھ لیں۔

سنن ترمذی میں درجہ ذیل الفاظ زائد ہیں:

فَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُكَ مِثْلَ رَمْلِ عَالِجٍ لَغَفَرَهَا اللّٰهُ لَكَ

(۱۳۴)

ترجمہ: اگر تمہارے گناہ ریت کے ذرات جتنے بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ تمہارے ان گناہوں کو بخش دے گا۔

اسی طرح ترمذی میں ''فی کل سنۃٍ'' ہر سال میں ایک مرتبہ کے الفاظ بھی وارد ہیں۔

صلوٰۃ تسبیح کا طریقہ:

امام ترمذی نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے صلوٰۃ

التسبیح کی ادائیگی کا درج ذیل طریقہ روایت کیا ہے:

يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُولُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَتَعَوَّذُ وَيَقْرَأُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَفَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً ثُمَّ يَقُولُ عَشْرَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَرْكَعُ فَيَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَيَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ فَيَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيَقُولُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ الثَّانِيَةَ فَيَقُولُهَا عَشْرًا يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عَلَى هَذَا فَذَلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ تَسْبِيحَةً فِي كُلِّ رَكْعَةٍ يَبْدَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِخَمْسَ عَشْرَةَ تَسْبِيحَةً ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُسَبِّحُ عَشْرًا فَإِنْ صَلَّى لَيْلًا فَأَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُسَلِّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ وَإِنْ صَلَّى نَهَارًا فَإِنْ شَاءَ سَلَّمَ وَإِنْ شَاءَ لَمْ يُسَلِّمْ قَالَ أَبُو وَهْبٍ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رِزْمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ يَبْدَأُ فِي الرُّكُوعِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَفِي السُّجُودِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَبِّحُ

التَّسْبِيحَاتِ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ وَحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ أَبِي رِزْمَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ إِنْ سَهَا فِيهَا يُسَبِّحُ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ عَشْرًا عَشْرًا قَالَ لَا إِنَّمَا هِيَ ثَلَاثُ مِائَةِ تَسْبِيحَةٍ (۱۳۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللّٰهُ أَكْبَرُ کہے اور پھر یہ پڑھے (سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ) اس کے بعد (سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ) پندرہ مرتبہ پڑھے پھر أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ وبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھ کر سورت فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھے پھر دس مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پڑھے پھر رکوع میں دس مرتبہ پھر رکوع سے کھڑے ہو کر دس مرتبہ پھر سجدے میں دس مرتبہ پھر سجدے سے اٹھ کر دس مرتبہ پھر دوسرے سجدے میں دس مرتبہ یہ پڑھے اور چار رکعتیں اسی طرح پڑھے یہ ہر رکعات میں 75 تسبیحات ہوئیں پھر ہر رکعت میں پندرہ مرتبہ سے شروع کرے پھر قرأت کرے اور دس مرتبہ تسبیح کرے اور اگر رات کی نماز پڑھ رہا تو ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرنا مجھے پسند

ہے اگر دن کو پڑھے تو چاہے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرے ابو وہب کہتے ہیں مجھے عبدالعزیز نے عبداللہ کے متعلق کہا کہ ان کا کہنا ہے کہ وہ رکوع میں پہلے تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِیَ الْعَظِیمِ اور سجدے میں پہلے تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِیَ الْأَعْلَی پڑھے اور پھر یہ تسبیحات پڑھے۔ ایسے ہی آخر تک چار رکعتیں مکمل کرے۔

ابن ابی رزمہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ سے کہا اگر نمازی سے اس نماز میں سہو (غلطی) ہا جائے تو کیا وہ سجدہ سہو میں دس دس بار تسبیح پڑھے قال لا انما ھی ثلاثمائة تسبیحة انہوں نے فرمایا کہ نہیں یہ نماز بس تین سو تسبیحات پر مشتمل ہے۔ (۱۳۶)

عظیم حنفی فقیہ امام ابراہیم حلبی (م ۹۵۶ھ) فرماتے ہیں:

وھذا الصفة التی ذکرھا ابن المبارک ھی التی ذکر فی مختصر البحروھی الموافقة لمذھبنا لعدم الاحتیاج فیھا الی جلسة الاستراحة اذھی مکروھة عندنا۔ (۱۳۷)

ترجمہ: حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد فرمودہ طریقہ وہی ہے جو مختصر ''البحر الرائق'' میں نقل کیا گیا ہے اور یہ ہمارے مذہب حنفی کے مطابق ہے کیونکہ اس میں جلسہ استراحت کی حاجت باقی نہیں رہتی جو کہ ہمارے (یعنی احناف کے) نزدیک مکروہ ہے۔

ترمذی شریف کے حاشیہ میں ہے:

نمازی کو چاہئے کہ کبھی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت کے مطابق عمل کرے اور کبھی عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ کے فرمان پر عمل کرے اور اس نماز کو زوال کے بعد اور نماز ظہر سے پہلے ادا کرے اور اس کی رکعتوں میں کبھی بالترتیب سورۃ الزلزال، العادیات، النصر اور سورۃ الاخلاص پڑھے اور کبھی سورۃ التکاثر، العصر، کافرون اور اخلاص تلاوت کرے اور دعائے تشھد کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے پڑھے پھر سلام پھیر کر اپنی حاجات طلب کرے ہمارے بیان کردہ یہ امور سنت سے ثابت ہیں۔

احیاالعلوم میں ہے:

اگر لاحولا ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کے الفاظ کا اضافہ کرے تو اچھا ہے کیونکہ بعض روایات میں ایسا بھی آیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما اس نماز کو جمعہ کے دن زوال کے بعد ادا کرتے تھے متقدمین اور متاخرین کا اس حدیث کی صحت کے بارے میں اختلاف ہے۔

امام ابن خزیمہ اور امام حکم نے اسے صحیح کہا ہے محدثین کی ایک جماعت نے اسے حسن کہا ہے امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن درجہ کی ہے جبکہ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں درج کر کے برا کہا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ صلوٰۃ التسبیح کے آخر میں

سلام پھیرنے سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُكَ توفیقَ اَھلِ الھُدیٰ، و اعمالَ اھلِ الیَقِینِ وَمُناصَحَةَ اَھلِ التَّوبةِ وعَزمَ اَھلِ الصَّبرِ وَجِدَّ اَھلِ الخَشیّةِ وَ طَلَبَ اَھلِ الرَّغبَةِ وَ تعبُّدَ اھلِ الوَرعِ وَعِرفانَ اَھلِ العِلمِ حتیّٰ اَلقاكَ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُكَ مَخَافَةَ تَحجِزُنِی عَن مَعَاصِیكَ حَتّٰی اَعمَلُ بِطَاعَتِكَ عَمَلاً اُستَحِقَّ بِهٖ رِضَاكَ وَحَتّٰی اَنَاصِحَكَ بِالتَّوبَةِ خوفاً مِنكَ وَ حَتّٰی اَخلَصَ لَكَ النَّصِیحَةِ حَیَاءً مِنكَ وَ حَتّٰی اَتوَکَّل عَلَیكَ فِی الاُمورِ وَ حُسنِ ظَنِّ بِكَ، سُبحانَ خَالِقُ النُّورِ۔ (۱۳۸)

فقہی مسئلہ:

صلوٰۃ التسبیح دن کے وقت ادا کرنا مسنون اور باعث اجروثواب ہے آدھی رات کے وقت مسجد میں لاؤڈ سپیکر کھول کر اعلانیہ اس نماز کو ادا کرنا نوافل کی روح کے منافی ہے اور اگر اس سے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے تو سخت ناجائز اور ممنوع ہے۔

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری برکاتی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باآواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے، حتیٰ کہ مسجد

میں اکیلا تھا اور با آواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کے لئے آئے فوراً آہستہ ہوجائے وللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱۳۹)

فقہی مسئلہ:

شبینہ کہ ایک یا چند حافظ مل کر کرتے ہیں مکروہ ہے اکابر نے ایک ایک رات میں برسوں ختم فرمایا ہے مگر وہ خاص اپنے لیے نہ کہ جماعت میں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں خصوصاً اکثر بلکہ شاید کل وہی ہوں جو اسے بوجھ سمجھیں اور شرما شرمی میں شریک ہوں۔ حدیث صحیح میں ہے:

اِذَا اُمَّ اَحَدُکُم فلیُخفِفۡ۔ (۱۴۰)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی امامت کروائے تو ہلکی نماز پڑھائے۔ (۱۴۱)

نوافل کی جماعت مکروہ ہے:

نفل کے معنی اضافی اور زائد کے ہیں اصطلاح شرح میں فرائض و واجبات اور سنن مؤکدہ کے علاوہ دیگر عبادات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اذان اور جماعت چونکہ فرائض کے ساتھ خاص ہیں اس لئے غیر فرض کو اعلان اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا شریعت اسلامیہ میں ناپسندیدہ عمل ہے۔ تراویح اور رمضان میں وتر کی جماعت اپنے مخصوص احکام کے باعث اس سے مستثنیٰ ہیں۔

صلوٰۃ التسبیح اور دیگر تمام نفلی عبادات بجائے اعلان و اشتہار کے تنہا خفیہ اور گھروں میں ادا کی جانی چاہیئے تاکہ ان کے اصل مقصود یعنی قرب الٰہی کے

حصول کی صورت میسر آسکے۔

ہمارے ائمہ احناف اور فقہائے عظام نے نوافل کی جماعت اور اس کے لئے اعلان اور اشتہار بازی کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، بغیر دعوت و اعلان کے دو یا تین افراد امام کے ساتھ اگر نوافل با جماعت پڑھ لیں تو جائز ہے۔

آیئے فقہائے کرام اور ائمہ ملت کے ارشادات کی روشنی میں اس مسئلے کا جائزہ لیتے ہیں:

1۔ الامام، الحافظ، المجتہد الربانی، محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں:

قلت:وترى فى كسوف القمر صلاة؟ قال :نعم، الصلاة فيه حسنة۔ قلت :فهل يصلون جماعة كما يصلون فى كسوف الشمس؟ قال : لا،قلت:فهل تذكره الصلاة فى التطوع جماعة ما خلا قيام رمضان و صلاة لسوف الشمس؟ قال: نعم۔ ولا ينبغي ان يصلى فى كسوف الشمس جماعة الا الامام الذى يصلى الجمعة،فاما ان يصلى الناس فى مساجدهم جماعة فانى لا احب ذلك، وليصلوا وحدانا۔ (۱۴۲)

ترجمہ: میں نے حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کے نزدیک چاند گرہن کی نماز ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں

ایسے میں نماز پڑھنا اچھا ہے۔ میں نے پوچھا کیا سورج گرہن کی نماز کی طرح جماعت سے پڑھی جائے؟ آپ نے فرمایا نہیں، میں نے پوچھا کیا آپ تراویح اور سورج گرہن کے علاوہ نفل نمازوں کی جماعت کو مکروہ سمجھتے ہیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں۔ اور مناسب نہیں کہ سورج گرہن کی نماز سوائے امام جمعہ کے کوئی اور پڑھائے مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ لوگ اس نماز کو اپنی مساجد میں جماعت سے پڑھیں، اور اگر ایسا ہو تو چاہئے کہ الگ الگ ادا کریں۔

2. امام اجل فقیہ بے بدل شمس الائمہ ابو بکر محمد بن ابی سہل السرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والاصل فی التطوعات ترك الجماعة فیها ما خلا قیام رمضان لاتفاق الصحابة علیه و کسوف الشمس لورود الاثر به. ألا تری ان ما یؤدی بالجماعة من الصلوٰة یؤذن لها ویقام ولا یوذن للتطوعات ولا یقام فدل أنها لا تؤدی بالجماعة... (۱۴۳)

ترجمہ: نوافل کی اصل یہ ہے کہ اس میں جماعت کو ترک کیا جائے سوائے تراویح کی نماز کے کیونکہ اس پر صحابہ کا اتفاق ہے اور نماز کسوف (سورج گرہن) کے کیونکہ اس کے بارے میں اقوال صحابہ

وارد ہوئے ہیں۔

حضرت شمس الائمہ مزید رقم طراز ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تراویح سنت کے مطابق بیس رکعت ادا کی جائے اور بقیہ رکعات (اگر کوئی اضافی پڑھے) تو چار رکعات دو سلاموں کے ساتھ انفرادی طور پر پڑھے یہی ہمارا مذہب ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تمام رکعات جماعت کے ساتھ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اس بنا پر کہ نوافل باجماعت پڑھنا ان کے نزدیک مستحب ہے وھو ایکرہ عندنا۔ اور نوافل کی جماعت ہمارے (یعنی احناف) کے نزدیک مکروہ ہے۔

ولنا: ان الاصل فی النوافل الاخفاء فیجب صیانتها عن الاشهار ماأمکن و فیما قاله الخصم اشهار فلا یعمل به بخلاف الفرائض لان مبناها علی الاعلان و الأ شهار و فی الجماعة اشهار فکان احق۔ یوضح ما قلنا ان الجماعة لو کانت مستحبة فی حق النوافل لفعله المجتهدون القائمون باللیل، لان کل صلوٰة جوزت علی وجه الانفراد و بالجماعة

كانت الجماعة فيها افضل، ولم ينقل أداؤها بالجماعة فی عصره صلی الله عليه وسلم و لافی زمن الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين ولا فی زمن غيرهم من التابعين، فالقول بها مخالف للأمة أجمع وهٰذا باطل۔ (۱۴۴)

ترجمہ: ہمارا موقف یہ ہے کہ نوافل کی بنیاد اخفاء (پوشیدگی) پر ہے، لہٰذا اسے اظہار واشتہار سے ہر ممکن طور پر بچانا واجب ہے، اور وہ جو قول مخالف اس بارے میں اظہار کا ہے اس پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں فرائض کی مخالفت ہے کیونکہ فرائض کی بنیاد اعلان و اظہار پر ہے اور جماعت میں اظہار کو پہلو ہے اور فرائض اس کے زیادہ مستحق ہیں۔

ہماری بات سے واضح ہوا کہ اگر نوافل کی جماعت مستحب ہوتی تو شب زندہ دار مجتہدین اس کا اہتمام کرتے کیونکہ ہر وہ نماز جس میں جماعت اور انفرادیت دونوں جائز ہوں اسے جماعت سے ادا کیا جانا افضل ہے حالانکہ ایسی کوئی روایت نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اس نماز کو با جماعت ادا کیا گیا ہو نہ ہی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے علاوہ تابعین کے عہد میں ایسا ہوا لہٰذا نوافل کی جماعت والا قول اجماع امت کے خلاف ہونے

کے باعث باطل ہے۔

3. امام الاکمل امام طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولا یصلی التطوع بجماعة الا فی شهر رمضان و عن شمس الائمه سرخسی: ان التطوع بالجماعة انما یکره اذا کان علی سبیل التداعی، اما لو اقتدیٰ واحد او اثنان بواحد لایکره۔ و اذا اقتدیٰ ثلثة بواحد اختلف فیه۔ وان اقتدیٰ اربعة بواخد کره اتفاقا۔

الاقتداء فی الوتر خارج رمضان یکره و ذکر القدوری لایکره۔ و اصل هذا ان التطوع بالجماعة اذا کان علی سبیل التداعی یکره فی الاصل للصدر الشهید رحمه الله۔ امام اذا صلوا بجماعة بغیر اذان و اقامة فی ناحیة المسجد لایکره۔ وقال شمس الائمه الحلوانی علیه الرحمه:ان کان سویٰ الامام ثلاثة لایکره بالاتفاق و فی الاربع اختلف المشائخ والاصح انه لایکره۔ (۱۴۵)

ترجمہ: نماز نفل سوائے رمضان (تراویح) کے باجماعت ادا نہ کی

جائے۔امام سرخسی سے منقول ہے نوافل کی جماعت اگر اعلان و اشتہار سے ہو تو مکروہ ہے البتہ ایک یا دو مقتدی اگر ایک شخص کے پیچھے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں، اور اگر تین افراد ایک کی اقتدا کریں تو اس میں اختلاف ہے۔*

اور اگر چار افراد ایک امام کے پیچھے پڑھیں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔رمضان المبارک کے علاوہ وتر کی جماعت بھی مکروہ ہے۔امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مکروہ نہیں اس کی اصل یہ ہے کہ نوافل کی جماعت اگر (تداعی) اعلان و اشتہار سے ہو تو مکروہ ہے۔

---

* خلاصۃ الفتاویٰ کی مندرجہ بالا عبارت سہو کا شکار ہوئی ہے اور ہماری رائے میں یہ تصحیح طلب ہے یہاں ''لا'' زائد ہے یعنی ''یکرہ بالاتفاق'' کی بجائے ''لا یکرہ'' لکھ دیا گیا ہے۔ہماری رائے کی تائید فقہ حنفی کی اہم اور معتبر ترین کتب سے بھی ہوتی ہے۔مثلاً ''البحر الرائق'' (۳/ ۳۸۲) میں شمس الائمہ حلوانی کا یہ قول ''والاصح أنہ یکرہ'' کے الفاظ سے منقول ہے جبکہ فتاویٰ عالمگیری میں شمس الائمہ حلوانی کے الفاظ ''والاصح انہ یکرہ'' نقل کرنے کے بعد ''ھکذا فی الخلاصۃ'' بھی لکھا گیا ہے یعنی فتاویٰ عالمگیری میں ''خلاصۃ الفتاویٰ'' کی یہ عبارت ''لا'' کے بغیر ہے۔شمس الائمہ حلوانی کا یہی قول ''مراقی الفلاح مع حاشیہ طحطاوی'' (ص ۱۵۶) میں ''انہ یکرہ'' کے الفاظ سے منقول ہے۔فقہ حنفی کی تمام امہات الکتب میں چار افراد کی نفل نماز میں ایک امام کے پیچھے اقتداء کو بالاتفاق مکروہ لکھا گیا ہے۔جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی اور شمس الائمہ کردری کے اقوال مذکور ہوئے ہیں۔لہٰذا داخلی و خارجی قرائن سے یہ شہادت ملتی ہے کہ خلاصۃ الفتاویٰ (مطبوعہ، مکتبہ حبیبیہ، کوئٹہ) کے اس نسخہ میں کتابت کی غلطی نے اثبات کو نفی میں بدل دیا ہے۔(واللہ اعلم بالصواب۔مجددی۔۱۲)

کتاب الاصل، للصدر الشہید علیہ الرحمۃ میں ہے: البتہ اگر بغیر اذان و اقامت (اعلان و اشتہار) کے مسجد کے ایک کونے میں جماعت سے پڑھیں تو مکروہ نہیں۔

امام شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر امام کے علاوہ تین افراد ہوں تو بالاتفاق مکروہ نہیں اور چار میں مشائخ کا اختلاف ہے جبکہ صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔

4. حضرت امام ابوبکر الکاسانی (م ۵۸۷ھ) حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرائض و نوافل کے مابین فرق بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ایک اور فرق یہ ہے کہ نفل سوائے رمضان المبارک کے دوسرے ایام میں باجماعت ادا کرنا جائز نہیں ہے جبکہ فرض نمازوں میں جماعت ''واجب'' ہے یا سنت مؤکدہ اس لئے کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

صَلَاةُ الْمَرءِ فِي بَيتِهِ أفضَلُ مِن صَلَاتِهِ فِي مَسجِدِهِ الَّا المَكتُوبَه۔

ترجمہ: فرض نمازوں کے علاوہ باقی تمام نمازیں مرد کے لئے گھر میں ادا کرنا مسجد میں ادا کرنے سے افضل ہے۔

نیز مروی ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی دو رکعات اپنے گھر میں ادا فرماتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف نکلتے تھے۔

علاوہ ازیں اس لئے بھی کہ جماعت شعائر اسلام میں سے ہے لہذا وہ فرائض وواجبات کے ساتھ مخصوص ہوگی، نہ کہ نوافل کے ساتھ، رہا نماز تراویح کو باجماعت ادا کرنے کا مسنون ہونا تو وہ اس لئے کہ انہیں جماعت سے پڑھنے کا طریقہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام کے اجماع سے معلوم ہوا ہے۔(۱۴۶)

5. امام فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کے حاشیہ میں ہے:

ان النفس التراویح سنة اداؤ ها بجماعة مستحب۔
قال: فی البدائع: اذا صلو التراویح ثم ارادوا ان یصلوها ثانیًا یصلون
فرادی لا بجماعة، لان الثانیة تطوع مطلق، والتطوع المطلق بجماعة مکروه۔(۱۴۷)

ترجمہ: تراویح بذات خود سنت ہے اور اسے باجماعت ادا کرنا مستحب ہے۔

صاحب ''بدائع الصنائع'' کہتے ہیں:

جب تراویح کی نماز ادا کر چکیں اور پھر دوبارہ پڑھنا چاہیں تو انفرادی طور پر ادا کریں نہ کہ باجماعت کیونکہ دوسری بار پڑھنا نفل مطلق ہے اور نوافل مطلق کو باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

6.امام عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(یوتر) ای یصلی الوتر (بجماعة فی رمضان فقط) لانعقاد الاجماع علیه کما فی الهدایة وفیه اشارة الی انه لایوتر بجماعة فی غیر شهر رمضان لانه نفل من وجه و الجماعة فی النفل فی غیر رمضان مکروه (۱۴۸)

ترجمہ: یعنی وتر کی نماز صرف رمضان میں باجماعت ادا کرے کیونکہ اس پر اجماع واقع ہو چکا ہے جیسا کہ "ہدایہ" میں ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ رمضان کے علاوہ وتر جماعت سے نہ پڑھے کیونکہ یہ ایک اعتبار سے نفل ہیں اور نفل کی جماعت رمضان (تراویح) کے علاوہ مکروہ ہے۔

7.علامہ امام زین الدین ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یکره الاقتداء فی صلاة الرغائب وصلاة البراءة ولیلة القدر الا اذا قال :نذرت کذا رکعة بهذا الامام بالجماعة. کذا فی البزازیة (۱۴۹)

ترجمہ: رجب، شب برأت اور لیلۃ القدر کی نفل نمازیں جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے سوائے اس کے کہ کسی امام کی اقتدا میں کچھ رکعتیں پڑھنے کی نذر مان کر کہے کہ میں اس امام کے پیچھے اتنی رکعات

پڑھوں گا۔ فتاویٰ بزازیہ میں ایسا ہی ہے۔

8۔ علامہ امام حسن بن عمار شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وندب احیاء لیالی العشر الاخیر من رمضان واحیاء لیلتی العیدین ولیالی عشر ذی الحجۃ ولیلۃ النصف من شعبان و یکرہ الاجتماع علی احیاءِ لیلۃٍ من ھذہِ اللیالی فی المساجد (۱۵۰)

ترجمہ: رمضان کی آخری دس، عیدین، ذوالحجہ کی پہلی دس اور شب برأت کی راتوں کو زندہ رکھنا مستحب ہے البتہ ان راتوں کو زندہ رکھنے کے لئے مساجد میں اجتماع مکروہ ہے۔

9۔ علامہ امام ابراہیم حلبی حنفی (م ۹۵۶ھ) رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

واعلم ان النفل بالجماعۃ علی سبیل التداعی مکروہ علی ماتقدم ماعدا التراویح و صلوٰۃ الکسوف و الاستسقاء فعلم ان کلا من صلاۃ الرغائب لیلۃ اول جمعۃ من رجب، و صلوٰۃ البراءۃ لیلۃ النصف من شعبان و صلوٰۃ القدر لیلۃ السابع و العشرین من رمضان بالجماعۃ بدعۃ مکروھۃ۔

قال حافظ الدین البزازی: ان شرعا فی نفل فافسداہ و اقتدی احدھما بالاخر فی القضاء لایجوز

لا ختلاف السبب، و کذا اقتداء الناذر بالناذر لایجوز و عن ھذا کرہ الاقتداء فی صلاۃ الرغائب وصلوٰۃ البراءۃ و لیلۃ القدر ولو بعد النذر الا اذا قال :نذرت کذا رکعۃ بھذا الامام بالجماعۃ لعدم امکان الخروج عن العھدۃ الا بالجماعۃ و لا ینبغی ان یتکلف لالتزام مالم یکن فی الصدر الاول کل ھذا التکلف لاقامۃ امر مکرہ و ھو اداء النفل بالجماعۃ علی سبیل التداعی (١٥١)

ترجمہ: جان لو! نفل کی جماعت اعلان واشتہار کے ساتھ مکروہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا، ماسوائے تراویح، نماز کسوف اور استسقاء کی نماز کے۔ معلوم ہوا کہ صلاۃ الرغائب (رجب کے پہلے جمعہ کی رات کی نماز) اور صلوٰۃ البرأۃ، نصف شعبان کی رات اور شب قدر یعنی ستائیس رمضان المبارک کی رات والی نمازوں کو جماعت سے ادا کرنا ناپسندیدہ بدعت ہے۔

10. حضرت حافظ الدین البزازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر دو افراد نفل شروع کردیں اور وہ فاسد ہو جائیں، پھر دونوں ان نوافل کی ادائیگی کے لئے ایک دوسرے کی اقتدا کریں تو یہ اسباب (فساد) کے مختلف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔ ایسے ہی دو نذر (منت) ماننے والوں کی جماعت

جائز نہیں۔ علیٰ ھذا القیاس اسی کلیہ کے تحت رجب، شعبان اور لیلۃ القدر (رمضان) کی نمازیں باجماعت جائز نہیں ہیں اگرچہ نذر ہی کیوں نہ مانی ہو۔ سوائے اس کے کہ کسی نے یوں کہا:

میں نذر مانتا ہوں کہ فلاں امام کے پیچھے باجماعت اتنی رکعتیں پڑھوں گا، یہ اس لئے کہ وہ بغیر جماعت میں شمولیت کے اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ یہ مناسب نہیں کہ ایک ایسے عمل کے لئے اتنا اہتمام والتزام کیا جائے جو ابتدائے اسلام میں موجود نہیں تھا۔ یہ سارا اہتمام ایک مکروہ عمل کے لئے ہوتا ہے اور وہ ہے نوافل کو اعلان واشتہار کے ساتھ باجماعت ادا کرنا۔

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلے کی نزاکت کے پیش نظر انتہائی اہم اور فیصلہ کن بات ارشاد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلو ترك امثال هذه الصلوات تارك ليعلم الناس انه ليس من الشعائر لحسن، انتهى۔ (١٥٢)

ترجمہ: اگر کوئی ذمہ دار شخص ایسی نفل نمازوں کو بطور تعلیم ترک کرے تاکہ لوگ جان لیں کہ یہ اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہیں تو یہ بہت اچھا ہے۔

11. فقہ حنفی کی نہایت اہم کتاب ''فتاویٰ عالمگیری'' میں لکھا ہے۔

التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعى يكره۔ (١٥٣)

ترجمہ: نوافل کی جماعت اگر دعوت و اعلان کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے۔

12. فقیہ جلیل علامہ سید احمد الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والجماعة فی النفل فی غیر التراویح مکروهة، فالاحتیاط ترکها فی الوتر خارج رمضان۔ (۱۵۴)

ترجمہ: تراویح کے علاوہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت بھی احتیاطاً نہیں کرنی چاہیے۔

13. حضرت مجدد الف ثانی کا دوٹوک موقف

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی اہمیت اور نزاکت کے پیش نظر اپنے ایک خلیفہ سید انبیاء سارنگپوری کے نام مفصل اور جامع مکتوب شریف صادر فرمایا آپ فرماتے ہیں:

بسید انبیا سارنگپوری صدور یافته در منع ادائے صلوٰۃ نوافل بجماعت مانند نماز عاشورا وشب قدر و شب برأت وغیرها ومایناسب ذالك۔

باید دانست که اکثر مردم از خواص و عوام درین زمان در ادائے نوافل اهتمام تمام دارند و در مکتوبات مساهلات مینمایند و مراعات سنن و مستحبات رادر انها کمتر میکنند، نوافل را

عزیز می دارند و فرائض را ذلیل و خوار، کم است که فرائض را در اوقات مستحبه ادا نمایند۔ و در تکثیر جماعت مسنونه بلکه نفس جمعة تقیدے ندارند و به تکاسل و تساهل ادا نفس فرائض را غنیمت می شمارند۔ و روز عاشوراء و شب برأت و شب بست و هفتم ماه رجب و اول شب جمعه ازماه مذکور که آن را لیلة الرغائب نام نهاده اند کمال اهتمام را مرعی داشته بجمعیت تمام نوافل را جماعت میگذارند و آنرانیك ومستحسن مے پندارند ونمید که این از تسویلات شیطان است که سیئات را بصورت حسنات مینماید۔

شیخ الاسلام مولانا عصام الدین هروی در حاشیه شرح وقایه می فرماید که:

تطوع به جماعت و ترك فرض بجماعت از حبائل شیطان است بدانکه نوافل را بجمعیت تمام گزاردن از بدعت هائے مذمومه و مکرومه است۔ ازاں بدعت هائے است که حضرت رسالت خاتمیت علیه من الصلوات افضل هاو من

التسلیمات

اکملھا درشان آن فرمودہ است :من احدث فی

دیننا ھذافھو رد۔ (۱۵۵)

حضرت مجدد الف ثانی کا دوٹوک موقف:

سید انبیا سارنگپوری کی طرف صادر فرمایا:

نماز نوافل جیسے نماز عاشورا، شب قدر اور شب برأت وغیرہ باجماعت ادا کرنے سے روکنے اور منع کرنے کے بیان میں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اس رب العالمین کے لئے جس نے ہمیں سید المرسلین کی متابعت سے مشرف فرمایا اور جس نے ہمیں دین میں بدعات سے بچایا اور صلوٰۃ و سلام نازل ہو اس ہستی پر جس نے ضلالت و گمراہی کی بنیادوں کا قلع قمع فرمایا اور ہدایت کے جھنڈوں کو بلند فرمایا اور آپ کی نیکوکار آل اور پسندیدہ اصحاب پر بھی رحمت وسلامتی کا نزول ہو۔

جاننا چاہئے کہ اس زمانے کے اکثر عوام وخواص ادائے نوافل کا اہتمام بڑا ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اور فرائض کی ادائیگی میں سستی کا ارتقاب کرتے ہیں اور فرائض میں سنن و مستحبات کی بہت کم رعایت کرتے ہیں نوافل کو عزیز جانتے ہیں اور فرائض کو ذلیل وخوار۔ بہت کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ فرائض کو اوقات مستحبہ میں

ادا کریں۔ مسنون جماعت کے بڑھانے بلکہ نفس جماعت میں کچھ اہتمام نہیں کرتے اور سستی اور تساہل کے ساتھ فرائض کے ادا کرنے کو غنیمت شمار کرتے ہیں۔

عاشورہ کے روزے، ماہ رجب کی ستائیسویں رات ماہ مذکورہ کی اول شب جمعہ جس کا نام انہوں نے لیلۃ الرغائب رکھا ہوا ہے، کمال اہتمام کی رعایت کرتے ہیں اور کثیر جماعت کے ساتھ نوافل کو با جماعت ادا کرتے ہیں اور اس عمل کو نیک اور مستحسن خیال کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ شیطانی آرائشوں میں سے ہے جو برائیوں کو حسنات کی شکل میں دکھاتا ہے۔

(ا) شیخ الاسلام مولانا عصام الدین ہروی حاشیہ شرح وقایہ میں فرماتے ہیں:

نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور فرضوں کی جماعت ترک کرنا ابلیس لعین کے پھیلائے ہوئے جالوں میں سے ہے۔

(ب) جاننا چاہئے کہ نوافل کو پوری دل جمعی اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا بدعات مذمومہ مکروہہ میں سے ہے ایسی بدعتوں کے متعلق حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ بات مردود ہے۔

(ج) جاننا چاہئے کہ نوافل با جماعت ادا کرنا بعض فقہی روایات میں مطلقاً مکروہ ہے اور بعض دوسری فقہی روایات میں یہ کراہت تداعی اور اجتماع کے

ساتھ مشروط کی گئی ہے۔ پس اگر تداعی کے بغیر ایک دو آدمی مسجد کے کونے میں نوافل با جماعت ادا کریں تو یہ بلا کراہت جائز ہے اور اگر نفلوں کی جماعت میں تین افراد جمع ہو جائیں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اگر چار افراد جمع ہو جائیں تو بعض روایات کے مطابق بالاتفاق فقہا کرام مکروہ ہے اور بعض دوسری روایات میں ہے کہ چار افراد کامل کر نوافل با جماعت ادا کرنا زیادہ صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

(د) فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

کرہ التطوع بالجماعة بخلاف التراویح و صلوٰۃ الکسوف۔

نفل نماز با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے بخلاف نماز تراویح اور سورج گرہن کی نماز کے (کہ اسے با جماعت ادا کرنا مکروہ نہیں)۔

(ہ) فتاویٰ غیاثیہ میں شیخ الاسلام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

التطوع بجماعة خارج رمضان انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی اما اذا اقتدی واحد او اثنان لا یکرہ۔ و فی ثلاث اختلاف و فی الاربع یکرہ بلا خلاف۔

ترجمہ: غیر رمضان میں نوافل با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے، جب تداعی کے طور پر ہو لیکن اگر ایک مقتدی یا دو ہوں تو مکروہ نہیں اور تین

میں اختلاف ہے اور چار مقتدیوں کی صورت میں بلا اختلاف مکروہ ہے۔

(و) فقہ کی مشہور کتاب خلاصہ میں مذکور ہے:

التطوع بالجماعة اذا کان علی سبیل التداعی یکره اما اذا اصلو ابجماعة بغیر اذان و اقامة فی ناحیة المسجد لا یکره۔

ترجمہ: نفلوں کی جماعت جبکہ تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر بغیر اذان و اقامت مسجد کے ایک کونے میں باجماعت نفل پڑھ لیں تو مکروہ نہیں۔

شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اذا کان سوا الامام ثلاثة لا یکره بالاتفاق و فی الاربع اختلاف۔۔۔و الاصح انه مکروه۔

ترجمہ: جب امام کے سوا تین افراد ہوں تو نوافل کی جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور چار میں فقہا کا اختلاف ہے اور صحیح تر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔

(ح) فتاویٰ شافیہ میں ہے:

ولا یصلی التطوع بالجماعة الا فی شهر رمضان وذلك انما یکره اذا کان علی سبیل التداعی یعنی

باذان واقامة اما لو اقتدى واحد واثنان لا على سبيل التداعي فلا يكره، واذا اقتدى ثلاثة اختلف المشائخ رحمهم الله تعالىٰ وان اقتدىٰ اربعة كره اتفاقًا۔

ترجمہ: کوئی شخص بھی نوافل جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے سوائے رمضان المبارک کے مہینہ کے اور نوافل باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے جبکہ اذان واقامت کے ساتھ ان کی جماعت کروائی جائے اور اگر ایک یا دو آدمی اذان واقامت کے بغیر اقتدا کریں تو مکروہ نہیں اور جب تین آدمی ہوں تو اس میں مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے اور اگر مقتدی چار ہو جائیں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔

اسی طرح کی روایات بہت ہیں اور فقہی کتابیں ایسی روایات سے پر ہیں اور اگر کوئی ایسی روایت ملے جس میں تعداد کا ذکر نہ ہو اور مطلقاً جواز ظاہر کرے تو اس بارے میں مقید روایات پر محمول کرنا چاہئے اور مطلق سے مقید مراد لینا چاہئے اور جواز کو دو یا تین افراد پر ہی منحصر جاننا چاہئے۔ اس لیے کہ علمائے حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو اپنے اطلاق پر ہی رکھنے کے قائل ہیں اور مقید پر عمل نہیں کرتے لیکن روایات میں انہوں نے مطلق کو مقید پر حمل کرنا جائز بلکہ لازم قرار دیا ہے اور اگر بطریق فرض محال حمل نہ کریں اور مطلق ہی رہنے دیں تو ایسی صورت میں یہ مطلق اس مقید کے مقابل ومنافی ہو جائے گا اگر قوت میں برابر ہو

اور قوت میں مساوات ممنوع ہے کیونکہ کراہت کی روایات کثرت کے باوجود مختار اور مفتیٰ بہا ہیں بخلاف اباحت کی روایت کے۔ اور اگر دونوں کی مساوات تسلیم کر لی جائے تو ہم کہیں گے کہ کراہت اور اباحت کی دلیلوں کے تعارض کی صورت میں جانب کراہت کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ اسی میں احتیاط کی رعایت ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ والوں کے ہاں یہ امر طے شدہ ہے۔

پس وہ لوگ جو عاشورہ کے دن اور شب برأت اور ستائیسویں رجب کی رات میں نفل نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، کم وبیش دو دو سو اور تین تین سو افراد مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور اس نماز، اجتماع اور جماعت کو نیک خیال کرتے ہیں باتفاق فقہا مکروہ امر کے مرتکب ہوتے ہیں اور مکروہ چیز کو اچھا جاننا برے گناہوں میں سے ہے کیونکہ حرام کو مباح جاننا کفر تک کھینچ کر لے جاتا ہے اور مکروہ چیز کو اچھا گمان کرنا اس سے صرف ایک مرتبہ کم ہے۔ اس فعل کو اچھی طرح ذہن میں رکھنا نوافل کی جماعت جائز کہنے والوں کی دلیل عدم تداعی ہے ہاں بعض روایات کے مطابق عدم تداعی کراہت کو دور کر دیتی ہے لیکن وہ بھی ایک یا دو مقتدیوں کے ساتھ ہے اور اس میں یہ بھی شرط ہے کہ مسجد کے کسی کونے میں ہو اور اس شرط کے نہ ہونے کی صورت میں جواز کی کوئی صورت نہیں۔

علاوہ ازیں تداعی کا معنیٰ یہ ہے کہ نفل نماز کی ادائیگی کے لئے ایک دوسرے کو بلانا اور آگاہ کرنا اور یہ معنی اس طرح کی جماعتوں میں پایا جاتا ہے کیونکہ قبیلوں کے قبیلے ایک دوسرے کو بتاتے پھرتے ہیں کہتے پھرتے ہیں کہ

فلاں شیخ یا عالم کی مسجد میں چلنا چاہئے اور نفل نماز با جماعت ادا کرنی چاہئے۔ان لوگوں نے اس فعل کو عادت بنا رکھا ہے اور اس طرح بتاتے پھرنا اذان واقامت سے بھی بڑھ کر ہے پس اس صورت میں تداعی بھی ثابت ہے۔اور اگر ہم تداعی کو اذان واقامت کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں جیسا کہ بعض روایات میں واقع ہوا ہے اور حقیقۃً اذان اور اقامت ہی مراد لیں تو پھر اس کا جواب وہ ہے جو اوپر گزرا کہ ایسی نماز شرط کے ساتھ ایک یا دو مقتدیوں کے ساتھ خاص ہے۔

جاننا چاہئے کہ نوافل کے ادا کرنے کی بنیاد اخفا اور پوشیدگی پر ہے کیونکہ نفل عبادت ریا اور نمائش کا مقام ہے اور جماعت اخفا اور پوشیدگی کے منافی ہے اور ادائے فرائض میں اظہار اور اعلان مطلوب ہے کیونکہ فرائض ریا اور نمائش کے شبے سے مبرا ہیں پس انہیں با جماعت ہی ادا کرنا مناسب ہے۔

علاوہ ازیں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ کثرت اجتماع فتنے کے پیدا ہونے کا مقام ہے اسی لئے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے بادشاہ وقت یا اس کے نائب کی موجودگی کو شرط قرار دیا گیا ہے تا کہ فتنے کے پیدا ہونے سے امن رہے اور ان مکروہ جماعتوں میں ان فتنے کو بیدار کرنے کا قوی امکان واحتمال ہے لہذا اس طرح کا اجتماع شرعاً جائز نہیں بلکہ ممنوع ہے اور حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں وارد ہے:

الفِتنَةُ نائِمَةٌ لَعنَ اللهُ مَنْ اَيْقَظَها۔

ترجمہ: فتنہ سویا ہوتا ہے، اس شخص پر اللہ کی لعنت پڑتی ہے جو اسے جگائے۔

(علامہ محمد مراد مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔)

پس اسلام کے والیوں اور ملت کے قاضیوں اور لوگوں کا محاسبہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ اس طرح کے اجتماع سے لوگوں کو روکیں اور اس بارے میں لوگوں کو سخت ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہیں تاکہ اس بدعت کی بیخ کنی ہو سکے جو فتنے میں مبتلا کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی حق کو ثابت کرتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

14. خاتم المفسرین حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جماعت در نفل مکروہ است۔۔۔سوائے رمضان وتر بجماعت مکروہ است (۱۵۶)

ترجمہ: نفل نماز کی جماعت مکروہ ہے۔۔۔رمضان کے علاوہ وتر بھی جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔

15. علامہ بحر العلوم انصاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والاصل فی النوافل ان لا یصلی بجماعۃ (۱۵۷)

ترجمہ: نوافل کی بنیاد اس بات پر ہے کہ انہیں باجماعت ادا نہ کیا جائے۔

16. اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارے ائمہ کے نزدیک نوافل کی جماعت بطریق تداعی مکروہ ہے اور

قضائے عمری کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں اس کا پڑھنا اختراع کیا گیا اور اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی اپنی اور ماں باپ کی قضائیں بھی اتر جاتی ہیں محض باطل و بدعت سیۂ شنیعہ ہے۔ کسی کتاب معتبر میں اصلاً اس کا نشان نہیں۔ (۱۵۸)

شبینہ کے بارے میں پوچھے گئے ایک سوال کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

شبینہ مذکورہ سوال کہ ان عوارض سے خالی تھا اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں مگر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ "جماعت نفل میں تداعی نہ ہو کہ یہ مکروہ ہے"۔ (۱۵۹)

17. صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان خاص راتوں میں تنہا نفل نماز پڑھنی چاہئے۔ (بہار شریعت، حصہ چہارم، ص ۱۶)

قرآنی آیات، احادیث نبوی اور ارشادات فقہا کی روشنی میں ثابت اور واضح ہوا کہ صلوٰۃ تسبیح اور دیگر تمام نفلی نمازیں انفرادی طور پر الگ الگ ادا کی جانی چاہئیں اور نوافل کا گھروں میں ادا کرنا زیادہ فضیلت اور ثواب کا باعث ہے نوافل گھر میں پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر عمل کریں اور مسجد نبوی شریف کی نماز سے زیادہ ثواب حاصل کریں۔

مزید فقہی حوالہ جات:

فقہاء احناف اور بعض مالکیہ نے نفل نماز کے لئے اجتماع و اہتمام اور دعوت و اشتہار وغیرہ کو (ترویج وغیرہ کے لئے) مکروہ قرار دیا ہے۔ بطور تائید مزید چند

حوالہ جات پیش خدمت ہیں:

تداعی اوراجتماع مکروہ ہے:

علامہ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

1. فقہ حنفی کی اہم اور معتبر ترین کتاب ''المحیط البرہانی'' میں علامہ برھان الدین (محمود احمد بن الصدر شہید) علیہ الرحمہ فرض نماز کی جماعت ثانی اور تکرار کے حوالے لکھتے ہیں:

انما یکرہ علی سبیل التدعی و الاجتماع (۲/۱۴)

یعنی ایسی صورت میں بھی تداعی اوراجتماع مکروہ ہے چندلوگ اگر مسجد کے کونے میں ادا کرلیں تو درست ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

ولا یصلی تطوع بجماعۃ الاقیام رمضان (۲/۱۵۱)

ترجمہ: سوائے تراویح کے نوافل با جماعت ادا نہ کرے۔

باجماعت نفلی نماز علانیہ (تداعی کے ساتھ) اگر ایک امام اور ایک مقتدی ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر ایک کے پیچھے تین پڑھیں تو اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ مکروہ نہیں ہے اور جب ایک امام کے پیچھے چار مقتدی ہوں تو بلا اختلاف مکروہ ہے۔ (۲/۱۹۷)

امام محمد بن ابی بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

2. ''تحفۃ الملوک'' (فی فقہ مذہب الامام ابی حنیفہ النعمان) میں امام محمد بن

ابی بکر الرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یکرہ تطوع بجماعۃ الا التراویح....الخ (ص۶)

ترجمہ: نوافل کی جماعت سوائے تراویح کے مکروہ ہے۔

بحر الرائق کی عبارت:

3. ''کنز الدقائق'' کی شرح ''البحر الرائق'' میں ہے:

ان لاتطوع بالجماعۃ اذا کان علیٰ سبیل التداعی یکرہ۔ (۳/۳۸۲)

شمس الائمہ الحلونی نے کہا ہے ''اگر امام کے علاوہ تین مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ نہیں اور چار میں مشائخ کا اختلاف ہے جبکہ درست ترین قول یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

علّامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

4. مراقی الفلاح میں بھی شمس الائمہ کا مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد علامہ شرنبلالی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

والجماعۃ فی النفل فی غیر التراویح مکروھۃ (۱/۱۶۳)

تراویح کے علاوہ نفل نماز میں جماعت مکروہ ہے۔

حتیٰ کہ رمضان کے علاوہ (مستقل طور پر) وتر کی جماعت بھی نہیں کرنی چاہئے۔

فتاویٰ الولوالجیہ کی عبارت:

5. فتاویٰ الولوالجیہ میں امام ظہیر الدین الولوالجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لان الاصل فی النفل الایصلی فی جماعة تدعی الناس الی اقامتها....الخ (۱/۱۲۱)

ترجمہ: نفل نماز میں اصل یہ ہے کہ ایسی جماعت کے ساتھ ادا نہ کی جائے جس کے قائم کرنے کے لئے لوگوں کو دعوت دی گئی ہو۔

مزید فرماتے ہیں: ''الاماوردبہ الاثر'' سوائے ان نمازوں کے (تراویح، کسوف، استسقاء) جن کے بارے میں کوئی روایت آئی ہو۔

تداعی کیا ہے؟

6. کنزالدقائق کی شرح ''الرمزالحقائق'' میں لکھا ہے:

و یکره ان یصلی تطوع بجماعة خارج رمضان لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد۔

(۱/۸۴، طبع سکھر)

ترجمہ: اور رمضان کے علاوہ بطریق تداعی نوافل کی نماز با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے اور (تداعی یہ ہے) کہ ایک امام کے پیچھے چار مقتدی ہوں۔

علامہ شرنبلالی کا فرمان:

7. علامہ شرنبلالی، نورالایضاح کے حاشیہ ''الوشاح'' میں لکھتے ہیں:

و بغیر رمضان یکره ان یصلی جماعة علی سبیل التداعی۔ (۱۶۰)

ترجمہ: اور رمضان (تراویح) کے علاوہ دعوت و اعلان کے ساتھ (وتر) کی جماعت بھی مکروہ ہے۔

غمز عیون البصائر کی عبارت:

8۔الاشباہ والنظائر کی شرح ''غمز عیون البصائر'' (الفن الثانی، کتاب الصلاۃ) میں ہے:

لان اداء النفل بجماعۃ علیٰ سبیل التداعی مکروہ

ترجمہ: یقیناً نوافل کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہ ہے۔

درر الاحکام کی عبارت:

9۔دُرر الاحکام شرح غرر الاحکام (کتاب الصلاۃ) میں ہے:

ان التطوع بالجماعۃ انما یکرہ اذا کان علیٰ سبیل التداعی۔۔۔ الخ (باب الوتر والنوافل)

ترجمہ: یقیناً نوافل کی جماعت اگر دعوت و اشتہار کے ساتھ (بالاہتمام) ہوتو مکروہ ہے۔

احناف کا مذہب:

10۔علامہ عبدالرحمٰن الجزیری کتاب ''الفقہ علی المذاھب الاربعۃ'' میں حنفیہ کا مذہب یوں لکھتے ہیں:

نماز جمعہ اور عیدین کی صحت کے لئے جماعت شرط ہے اور نماز تراویح اور جنازہ میں سنت کفایہ ہے۔

و تکون مکروھۃ فی الصلوٰۃ النوافل مطلقاً (۱/۳۳۰)

اور نفل نماز میں جماعت مطلقاً مکروہ ہے۔

علامہ الجزیری نے اس کتاب میں چاروں ائمہ مذہب پر مبنی اقوال جمع کر دیئے ہیں۔ نوافل کی جماعت کے حوالے سے مالکیہ کا مذہب انہوں نے اس طرح نقل کیا ہے:

اما باقی النوافل فان صلاتھا جماعۃ تارۃ یکون مکروھا و تارۃ یکون جائزاً، فیکون مکروھا اذا صلیت بالمساجد اوصلیت بجماعۃ کثیر ین او کانت بمکان تردد الناس علیہ، و تکون جائزۃ اذا کانت بجماعۃ قلیلۃ ووقعت فی المنزل و نحوہ فی الامکنۃ التی لا یتردد علیھا الناس۔ (ایضاً)

ترجمہ: باقی رہے دوسرے نوافل تو ان کی جماعت کبھی مکروہ ہوتی ہے اور کبھی جائز، جب مساجد میں ادا کی جائے یا کثیر تعداد میں لوگوں کے ساتھ با جماعت ادا کی جائے یا پھر کسی ایسی جگہ ادا کی جائے جہاں لوگوں کا عام طور پر آنا جانا ہو تو اس صورت میں مکروہ ہے اور اگر چند لوگوں کے ساتھ گھر کے اندر ہو یا کسی ایسے مقام پر ہو جہاں لوگوں کی عام آمدورفت نہ ہو تو جائز ہے۔

11: ''الموسوعۃ الفقھیۃ'' میں ہے:

و نص الحنفیه علیٰ کراهة الجماعة فی التطوع اذا کان علیٰ سبیل التداعی، بان یقتدی اربعة بواحد

(حرف القاف، قیام)

ترجمہ: اور احناف نے نوافل کی جماعت کو بطریق تداعی مکروہ قرار دیا ہے یہ کہ چار مقتدی ایک امام کے ساتھ ہوں۔

حلب (شام) کی فاضلہ الحاجہ نجاح الحلبی اپنی کتاب ''فقہ العبادات علیٰ مذهب الحنفی''، میں لکھتی ہیں:

مکروهة فی غیر وتر رمضان و فی سائر صلوات التطوع وفی صلاة الخسوف و الجماعة النساء بواحد منهن اذا کنت علیٰ سبیل التداعی بأن اقتدی بالامام اکثر من ثلاثة۔

ترجمہ: رمضان کے وتروں کے علاوہ تمام تر نفلی نمازوں اور صلاۃ الخسوف (گرہن) اور عورتوں کی جماعت کہ ان میں سے ایک ان کی امام ہو، مکروہ ہے جبکہ یہ بطریق تداعی (دعوت و اہتمام) کے ساتھ یعنی یوں کہ تین سے زیادہ افراد ایک امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔

❁❁❁❁

نماز سے متعلق مسنون وماثور دعائیں

قومہ کی تسبیح:

عَنِ الْحَكَمِ قَالَ غَلَبَ عَلَى الْكُوفَةِ رَجُلٌ قَدْ سَمَّاهُ زَمَنَ ابْنِ الْأَشْعَثِ فَأَمَرَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَكَانَ يُصَلِّي فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ قَدْرَ مَا أَقُولُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (۱۶۱)

ترجمہ: حضرت حکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن الاشعث کے زمانہ میں ایک آدمی نے کوفہ پر غلبہ حاصل کیا تو ابوعبیدہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس نے حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں وہ نماز پڑھاتے تھے جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ میں یہ دعا پڑھ لیا کرتا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ

وَالْمَجْدِ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ اے اللہ تو اس تعریف کے لائق ہے جن سے تمام آسمان اور زمین اور جتنی جگہ تو چاہے بھر جائے تو ہی تعریف اور بڑائی کے لائق ہے جس کو تو کچھ عطا کرے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا اور جس سے تو کوئی چیز لے لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور نہ کوئی کوشش تیرے مقابلہ میں کامیاب ہوسکتی ہے۔

سجدہ کی دعا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّهُ وَجِلَّهُ وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ زَادَ ابْنُ السَّرْحِ عَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ۔ (۱۶۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں یہ دعا پڑھتے تھے اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّهُ وَجِلَّهُ وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ اور ابن سرح نے دعا کے آخر میں ان کلمات کا اضافہ نقل کیا ہے علانیہ وسرہ۔

عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ بِمَعْنَاهُ زَادَ قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ قَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثًا وَإِذَا سَجَدَ قَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثًا۔ (۱۶۳)

ترجمہ: ایک شخص نے عقبہ بن عامر سے سابقہ حدیث کی طرح روایت کیا ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کرتے تو تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ کہتے اور سجدہ کرتے تو تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ کہتے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ (۱۶۴)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ اور رکوع میں سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ پڑھتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ (۱۶۵)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع اور سجدہ میں کثرت سے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي پڑھتے تھے اور قرآن کی آیت (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ)15۔الحجر:98) کا یہی مفہوم مراد لیتے تھے۔

دونوں سجدوں کے درمیان کی دعا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي

وَعَافِنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي۔ (۱۶۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي۔ (یعنی اے اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر، مجھے عافیت دے، ہدایت دے اور رزق دے)۔

عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ رَبِّ اغْفِرْ لِي۔ (۱۶۷)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي (اے میرے پروردگار! آپ میری مغفرت کر دیجیے)۔

تشہد کی دعائیں:

دعا نمبر ۱: عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا أَكْثَرَ مَا

تَسْتَعِيذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيذُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ (۱۶۸)

ترجمہ: حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرض سے بہت پناہ مانگتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی قرض دار ہو جاتا ہے تو جب وہ بات کہتا ہے، جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے، تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور زہری نے بیان کیا کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں فتنہ دجال سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

دعا نمبر ۲:

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلْ اللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (۱۶۹)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرمایئے جو میں نے اپنی نماز میں پڑھ لیا کروں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پڑھا کرو۔ اللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔

دعا نمبر ۳:

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي صَلَاتِهِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيمَةَ عَلَى الرُّشْدِ وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيمًا وَلِسَانًا صَادِقًا وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَأَعُوذُ بِكَ

مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ (۱۷۰)

ترجمہ: شداد بن اوس سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے دوران فرمایا کرتے تھے" اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيمَةَ عَلَى الرُّشْدِ " آخر تک۔ مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے ہر ایک کام میں استحکام چاہتا ہوں (صبر اور استقلال کا طلبگار رہوں) اور عزم بالجزم ہدایت پر اور میں تجھ سے تیری نعمت پر شکر اور تیری عبادت کی بہتری چاہتا ہوں اور میں تجھ سے قلب کی سلامتی چاہتا ہوں اور زبان کی سچائی چاہتا ہوں اور میں تجھ سے ہر چیز کی بہتری مانگتا ہوں جس کو کہ تو جانتا ہے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری ہر ایک چیز کی برائی سے کہ جس کو تو جانتا ہے اور میں مغفرت چاہتا ہوں تیری اس چیز سے کہ جس کو تو جانتا ہے (یعنی مجھ سے جو غلطی سرزد ہوگئی ہے اس کی معافی مانگتا ہوں)۔

دعا نمبر ۴:

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِّنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ اَرْبَعٍ مِّنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ (۱۷۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"
جب تم میں سے کوئی آدمی (نماز میں) آخری تشہد (یعنی التحیات) سے فارغ ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کا طلب گار ہو۔ (۱) عذاب دوزخ (۲) عذاب قبر (۳) فتنہ زندگی وموت (٤) مسیح دجال کی برائی۔"

دعا نمبر ۵:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَخَذَ بِيَدِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَأُحِبُّكَ يَا مُعَاذُ فَقُلْتُ وَأَنَا أُحِبُّكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَدَعْ أَنْ تَقُولَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ رَبِّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (۱۷۲)

ترجمہ: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا میں تم سے محبت رکھتا ہوں اے معاذ! میں نے عرض کیا میں (بھی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم پابندی سے ہر ایک نماز میں یہ دعا مانگا کرو: "رَبِّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ"

حواشی

(۱)(محمد:33)

(۲)(البقرہ:238)

(۳)(المعارج:34،35)

(۴)(الماعون:4)

(۵)(المومنون:4،5)

(۶) (سنن البیہقی ، باب من سها فترك ركنا عاد، جز ۲ صفحہ ۲۹۹ ۔رقم ۴۰۲۲) (صحیح ابن حبان، باباذكر البيان بان قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جز ۵،صفحہ ۵۰۳،رقم ۲۱۲۸)

(۷) (صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب صلاة النافلة فی نيته و جوازها فی المسجد، صفحہ ۲۷۶، رقم ۱۸۲۰، مکتبہ عصریہ۔بیروت) (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل صلاة التطوع فی البيت، جلد ۱، جز ۲ صفحہ ۴۳۱، رقم ۴۵۰، دار ابن کثیر دمشق) (سنن نسائی، کتاب قيام الليل و تطوع النهار، باب الحث على الصلاة فی البيوت والفضل فی ذالك، صفحہ ۲۴۸، رقم ۱۶۰۰، دار ابن حزم، بیروت)

(۸) (صحیح بخاری، كتاب الاذان، باب صلاة اليل، صفحہ ۱۳۰، رقم ۷۳۰، دار ابن حزم، بیروت) (سنن ابی داؤد، كتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع فی بيته، جلد اوّل، جز ثانی، صفحہ ۲۷۴، رقم ۱۰۴۴، مکتبہ ریاض الحدیثۃ، ریاض) (کنز العمال، باب التطوع فی بيته، جلد ۷، صفحہ ۳۵۱، رقم ۲۱۳۳۹، دار الاشاعت، کراچی) (مصنف ابن ابی شیبہ، دز ۲ صفحہ ۲۵۶، رقم ۶۵۲۰)

(۹) (مشکوٰۃ،ص ۱۱۵)

(۱۰)(اشعۃ اللمعات، حصہ اول، ص۵۴۶)

(۱۱)(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ باب رکعتی المغرب این تصلیان، جلد اوّل، جز ثانی، صفحہ ۱ ۳، رقم ۱۳۰۰، مکتبہ ریاض الحدیثۃ، ریاض)(سنن نسائی، کتاب قیام الیل و تطوّع النہار، باب الحث علی الصلاۃفی البیوت والفضل فی ذالک، صفحہ ۲۴۸، رقم ۱۶۰۲، دار ابن حزم، بیروت)

(۱۲)(ترمذی: الجمعۃ، رقم ۵۴۹)(سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، باب علی الحث علی الصلاۃ فی البیوت، صفحہ ۲۴۸، رقم ۱۶۰۲، دار ابن حزم، بیروت)

(۱۳)(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ و السنّۃ فیھا، باب ما جاء فی الرکعتین بعد المغرب، جلد ۲ صفحہ ۳۶۸، رقم ۱۱۶۵)(مصنف ابن ابی شیبۃ، بابمن کان یستحب ان یصلی رکعتین بعد المغرب، جز ۲ صفحہ ۲۴۶، رقم ۶۴۳۳)

(۱۴)(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ و السنۃ فیھا، باب ما جاء فی التطوّع فی البیت، جلد اوّل، صفحہ ۴۳۷، رقم ۱۳۷۵، دار الفکر، بیروت)(مصنف عبدالرزاق، باب مباشرۃ الحائض، جز ۱ صفحہ ۳۲۲، رقم ۱۲۳۸)

(۱۵)(بخاری: کتاب بدء الوحی الی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)(جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، فضائل الجہاد، رقم ۱۵۱۸)(فتح الباری، ۱/۱،)(جامع الصغیر 1/20)(مجمع الزوائد 1/6)(عون المعبود 2/355، سبل السلام 4/214)

(۱۶)(الانعام:52)

(۱۷)(البینۃ:۵)

(۱۸)(الزمر:3)

(۱۹)(النساء:146)

(۲۰)(الکھف:110)

(۲۱) (سنن دارمی: مقدمہ، باب الاقتداء بالعلماء، رقم ۲۲۹، ط دارالکتب العلمیہ، بیروت) (مسند احمد، مرویات مطعم بن جبیر، رقم ۱۶۱۳۸)

(۲۲) (سنن کبریٰ للبیہقی، کتاب الاستسقائی، رقم ۶۳۸۹)

(۲۳) (ابن ابی شیبہ، زہد وتقویٰ کا بیان، رقم ۳۵۴۸۴)

(۲۴) (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قتل للریاء ---الخ، رقم ۴۹۲۳) (سنن نسائی: کتاب الجہاد، رقم ۳۱۴۵) (جامع ترمذی، گواہیوں کا بیان، رقم ۲۵۰۳) (مسند احمد: صحیفہ ہمام بن منبہ، رقم ۷۹۲۸)

(۲۵) (ھود:15)

(۲۶) (الحجر:۴۰)

(۲۷) (اخلاص کی حقیقت، ص ۱۷۴، ط نذیر سنز لاہور)

(۲۸) (الشعراء:۸۹)

(۲۹) (صحیح بخاری: کتاب الاذان، رقم 728) (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، رقم 880) (سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، رقم 854) (سنن نسائی، کتاب الصلاۃ، باب تکبیر اولیٰ اور تکبیر تحریمہ کا بیان رقم 888) (سنن الترمذی، کتاب الصلاۃ، رقم 291) (سنن ابن ماجہ، کتاب الصلاۃ، باب نماز کا پورا کرنا، رقم 1060) (مسند احمد بن حنبل، صحیفہ ہمام بن منبہ، رقم 9260)

(۳۰) (ھدایہ، 1/ 50)

(۳۱) (المومنون:2)

(۳۲) (جامع ترمذی: کتاب الصلاۃ، باب نماز میں خشوع کا بیان، رقم ۳۷۲) (صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، رقم ۲۳۳)

(۳۳) (الحجر:۹۸،۹۹)

(۳۴) (الاسراء:۷۹)

(۳۵) (صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تطویل القراءۃ فی

صلاۃ الیل، صفحہ ۲۷۵، رقم ۱۸۱۴، مکتبہ عصریہ، بیروت) (سنن نسائی، کتاب التطبیق، باب الدعاء فی السجود، صفحہ ۱۷۳، رقم ۱۱۳۵، دار ابن حزم بیروت) (مسند احمد بن حنبل، جز ۳۸، صفحہ ۲۹۶، رقم ۲۳۲۶۱)

(۳۶) (سنن نسائی، کتاب التطبیق، باب الدعاء فی السجود، صفحہ ۱۷۳، رقم ۱۱۳۵، دار ابن حزم بیروت)

(۳۷) (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب هل یتتبع الموذن فاه و هل یلتفت فی الاذان، صفحہ ۱۱۴، رقم ۶۳۴، دار ابن حزم، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب ذکر الله تعالیٰ فی حال الجنابة و غیرها، صفحہ ۱۴۳، رقم ۸۲۶، مکتبہ عصریہ، بیروت) (سنن ترمذی، ابواب الدعوات، باب ما جاء ان دعوت المسلم مستجابة، جلد ۵، جز ۹، رقم ۳۳۸۵، دار ابن کثیر، بیروت) (سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب فی الرجل یذکر الله تعالیٰ علی غیر طهر، جلد ۱، صفحہ ۵، رقم ۱۸، مکتبہ ریاض الحدیث، ریاض) (سنن ابن ماجہ، کتاب الطهارة وسننها، باب ذکر الله عزوجل علی الخلاء والخاتم فی الخلاء، جلد ۱، صفحہ ۱۱۰، رقم ۳۰۲، دار الفکر، بیروت)

(۳۸) (صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرها، باب جواز النافلة قائما و قاعدا، صفحہ ۲۶۰، رقم ۱۷۰۶، مکتبہ عصریہ، بیروت) (سنن نسائی، کتاب قیام الیل و تطوع النهار، باب کیف یفعل اذا افتتح الصلاۃ قائما و ذکر اختلاف الناقلین عن عائشة فی ذالك، صفحہ ۲۵۶، رقم ۱۶۵۲، دار ابن حزم، بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلاۃ و السنة فیها، باب فی صلاۃ النافلة قاعدا جلد ۱ صفحہ ۳۸۷، رقم ۱۲۲۶، دار الفکر، بیروت)

(۳۹) (صحیح بخاری، ابواب التهجد، باب طول السجود فی قیام اللیل، صفحہ ۱۹۶، رقم ۱۱۲۳، دار ابن حزم، بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلاۃ و السنة فیها، باب ما جاء فی کم یصلی باللیل، جلد ۱ صفحہ ۴۳۲، رقم ۱۳۵۸، دار الفکر، بیروت) (سنن ابی داؤ، کتاب الصلاۃ، باب فی صلاۃ اللیل، جلد ۱، جز ۲ صفحہ ۳۹،

رقم ۱۳۳۶، مکتبہ ریاض الحدیثہ، ریاض) (سنن نسائی، کتاب الاذان، باب ایذان الموذنین الائمۃ بالصلاۃ، صفحہ ۱۰۷، رقم ۶۸۷، دار ابن حزم، بیروت)

(۴۰) (سنن ترمذی، باب ما جاء فی قراۃ اللیل، جلد ۱، صفحہ ۴۲۹، رقم ۴۴۷، دار ابن کثیر، بیروت)

(۴۱) (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ما جاء فی القراءۃ فی صلاۃ اللیل، جلد ۱ صفحہ ۴۲۹، رقم ۱۳۵۰، دار الفکر، بیروت)

(۴۲) (سنن نسائی۔ کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، صفحہ ۵۷۵، رقم ۳۹۴۱، دار ابن حزم بیروت) (مستدرک علی الصحیحین، کتاب النکاح، جز ۲، صفحہ ۱۷۴، رقم ۲۶۷۶) (جامع الکبیر، حرف الجیم، جز ۱ صفحہ ۱۱۵۱۸) (سنن البیہقی الکبری، باب الرغبۃ فی النکاح، جز ۷، صفحہ ۷۸، رقم ۱۳۲۳۲)

(۴۳) (صحیح البخاری، کتاب تفسیر القران، صفحہ ۹۱۲، رقم ۴۸۳۶، دار ابن حزم، بیروت) (سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، باب الاختلاف علی عائشۃ فی احیاء اللیل، صفحہ ۲۵۵، رقم ۱۶۴۶، دار ابن حزم، بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ و السنۃ فیہا، باب ما جاء فی طول القیام فی الصلاۃ مجلد ۲ صفحہ ۴۵۶، رقم ۱۴۱۹، دار الفکر، بیروت) (مسند احمد بن حنبل، جز ۳۰ صفحہ ۱۳۶، رقم، ۱۸۱۹۸) (مجمع الزوئد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ سیدنا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جلد ۲ صفحہ ۵۵۲، رقم ۳۶۳۲، دار الفکر، بیروت)

(۴۴) (صحیح البخاری، ابواب التہجد، باب طول القیام فی صلاۃ اللیل، صفحہ ۱۹۸، رقم ۱۱۳۵، دار ابن حزم، بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ و السنۃ فیہا، باب ما جاء فی طول القیام فی الصلاۃ، جلد ۱ صفحہ ۴۵۶، رقم ۱۴۱۸، دار الفکر، بیروت) مسند احمد بن حنبل، جز ۶، صفحہ ۱۵۷، رقم ۳۶۴۶)

(۴۵) (صحیح بخاری، ابواب تقصیر الصلاۃ، باب اذا صلی قاعدا ثم صح، صفحہ ۱۹۵، رقم ۱۱۱۸) دار ابن حزم، بیروت) مسند احمد بن حنبل، جز ۴۲، صفحہ ۲۸۰ رقم ۲۵۴۴۸)

(سنن الکبریٰ، باب من افتتح الصلاۃ التطوع جالسا ثم قام، جز ۲ صفحہ ۴۹۰، رقم ۴۳۶۶)

(۴۶)(وفا الوفا: جلد ۲، ص ۵۴۰)

(۴۷)(الفرقان:۱) (۴۸)(الاسراء:۱)

(۴۹)(النجم:۱۰) (۵۰)(الزمر:۳۶)

(۵۱)(المائدہ:۳)

(۵۲)(تفسیر مظہری، سورۃ الانعام، زیر آیت ۱۰)

(۵۳)(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد و المداومۃ علی العمل، صفحہ ۱۲۰۱، رقم ۶۴۶۴، دار ابن حزم، بیروت)(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضیلۃ العمل الدائم من قیام اللیل وغیرہ، صفحہ ۲۷۷، رقم ۱۸۳۰، مکتبہ عصریہ، بیروت)(سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النھار، باب صلاۃ القاعد فی النافلۃ، صفحہ ۲۵۶، رقم ۱۶۵۶، دار ابن حزم، بیروت)

(۵۴)(صحیح بخاری، ابواب التہجد، باب من نام عند السحر، صفحہ ۱۹۷، رقم ۱۱۳۲، دار ابن حزم، بیروت)(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل و عدد رکعت اللنجا فی اللیل، صفحہ ۲۶۳، رقم ۱۷۳۰، مکتبہ عصریہ، بیروت)(سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النھار، باب وقت القیام، صفحہ ۲۵۱، رقم ۱۶۱۸، دار ابن حزم، بیروت)(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب وقت قیام النبی ﷺ من اللیل، جلد ۱، جز ثانی، صفحہ ۳۵، رقم ۱۳۱۷، مکتبہ ریاض الحدیثۃ، ریاض)

(۵۵)(المائدہ:118) (۵۶)(المومنون:1،2)

(۵۷)(الماعون:4،5)

(۵۸)(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب افضل الصلاۃ طول القنوت، صفحہ ۲۶۸۔ رقم ۱۷۶۸، مکتبہ عصریہ، بیروت)(سنن ترمذی، باب ما جاء فی طول

القیام فی الصلاۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۷۹، رقم ۳۸۵، دار ابن کثیر، بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ و السنۃ فیھا، باب ما جاء فی طول القیام فی الصلاۃ، جلد ۱، صفحہ ۴۵۷، رقم ۱۴۲۱، دار الفکر، بیروت)

(۵۹) (الفتح:2)

(۶۰) (صحیح بخاری، ابواب التھجد، باب قیام النبی اللیل حتیٰ ترم قدماہ، صفحہ ۱۹۷، رقم ۱۱۳۰، دار ابن حزم، بیروت) (سنن ترمذی باب ما جاء فی الاجتھاد، جلد ۱، صفحہ ۴۰۶، رقم ۴۱۰، دار ابن کثیر، بیروت) (سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النھار، باب الاختلاف علی عائشۃ فی احیاء اللیل، صفحہ ۲۵۵، رقم ۱۶۴۶، دار ابن حزم، بیروت)

(۶۱) (الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلقیہ:ص ۲۱۰) (مسند احمد:۲ مرویات ابوہریرہ رقم ۶۸۶۳)

(۶۲) (صحیح بخاری کتاب الاذان، باب ھل یتتبع الموذن فاہ ھھنا وھھنا، صفحہ ۱۱۴، رقم ۶۳۳، دار ابن حزم، بیروت) (سنن ترمذی، ما جاء ان دعوت المسلم مستجابۃ، جلد ۵، جز ۹، صفحہ ۸۰۔ رقم ۳۳۸۵، دار ابن کثیر بیروت) (سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ، باب فی الرجل یذکر اللہ تعالیٰ علی غیر طھر، جلد ۱ صفحہ ۵، رقم ۱۸، مکتبہ ریاض الحدیثۃ، ریاض (سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ وسننھا، باب ذکر اللہ عزوجل علی الخلاء و الخاتم فی الخلاء، جلد ۱، صفحہ ۱۱۰، رقم ۳۰۲، دار الفکر، بیروت)

(۶۳) (صحیح بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب فضل من قام رمضان صفحہ ۳۵۰ رقم ۲۰۱۳، دار ابن حزم، بیروت) (صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب صلاۃ اللیل و عدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل، صفحہ ۲۶۲، رقم ۱۷۲۳، مکتبہ عصریہ، بیروت) (سنن ترمذی، باب ما جاء فی وصف صلاۃ النبی ﷺ باللیل، جلد ۱ صفحہ ۴۲۳، رقم ۴۳۷، دار ابن کثیر، بیروت)

(۶۴) (صحیح بخاری کتاب الحدود، باب کم التعذیر و الادب، صفحہ ۱۲۶۵، رقم ۶۸۵۱، دار ابن حزم بیروت)

(۶۵) (صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب برکۃ السحور من غیر ایجاب، صفحہ ۳۳۴، رقم ۱۹۲۲، دار ابن حزم، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب الصیام باب النھی عن الوصال فی الصوم، صفحہ ۳۸۸، رقم ۲۵۶۳، مکتبہ عصریہ، بیروت) (سنن ابی داؤ، کتاب الصوم، باب فی الوصال، جلد ۱، جز ۲ صفحہ ۳۰۶ رقم ۲۳۶۰، مکتبہ ریاض الحدیثۃ، ریاض)

(۶۶) (صحیح بخاری کتاب الحدود، باب کم التعذیر و الادب، صفحہ ۱۲۶۵، رقم ۶۸۵۱، دار ابن حزم بیروت)

(۶۷)(الذاریات،56)

(۶۸)(مسند احمد:۶ /۲۲۶)(مصنف ابن ابی شیبہ، جز ۴، صفحہ ۲۵۳)

(۶۹)(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی صلاۃ العتمۃ، جلد ۲، جز ۴، رقم ۴۹۸۶، مکتبۃ ریاض الحدیثۃ ریاض) (مسند احمد بن حنبل، جز ۳۸ صفحہ ۲۲۵، رقم ۲۳۱۵۴) (جامع الاحادیث للسیوطی، حرف القاف، جز ۱۵ صفحہ ۱۹۰، رقم ۱۵۲۸۷)

(۷۰)(کنز العمال، جز ۷، صفحہ ۱۵۲، رقم ۱۸۹۱۲، دار الاشاعت، کراچی) (معجم الطبرانی، باب الخامس، جز ۱۹ صفحہ ۲۳۱، رقم ۱۷۳۸۸) (جامع الکبیر للسیوطی، حرف الجیم، جز ۱، صفحہ ۱۱۵۱۸) (مستدرک علی الصحیحین، کتاب النکاح، جز ۲ صفحہ ۱۷۴، رقم ۲۶۷۶)

(۷۱)(النجم:۱۰)

(۷۲)(الذاریات:17،18)

(۷۳)(السجدہ:16)

(۷۴)(المومنون:۱،۲)

(۷۵)(صوفی صفات صحابہ، ص42)

(۷۶)(طور:۷،۸)

(۷۷)(حلیۃ الاولیاء، مترجم ص ۶۴، دارالاشاعت، کراچی)
(۷۸)(حلیۃ الاولیاء، جلد ا، ص ۶۷)
(۷۹)(برکات نماز، ص ۱۴)
(۸۰)(حلیۃ الاولیاء، سیرۃ امام المتقین، ص ۱۱۱)
(۸۱)(قوت القلوب، ص ۱۱۲)
(۸۲)(حضرت اویس قرنی، ڈاکٹر ایم ایس ناز، ص ۳۴)
(۸۳)(مراۃ الجنان، جلد ا، ص ۱۳۹)
(۸۴)(العبر، جلد ا، ص ۱۱۰)
(۸۵)(الطور:27)
(۸۶)(القمر:46)
(۸۷)(رسالہ قشیریہ، مترجم، ص ۴۷)
(۸۸)(طبقات امام شعرانی، مترجم، ص ۱۰۹، نوریہ رضویہ پبلیکیشنز)
(۸۹)(طبقات امام شعرانی، مترجم، ص ۱۱۲، نوریہ رضویہ پبلیکیشنز)
(۹۰)(طبقات امام شعرانی، مترجم، ص ۱۲۴، نوریہ رضویہ پبلیکیشنز)
(۹۱)(طبقات امام شعرانی، مترجم، ص ۱۲۷، نوریہ رضویہ پبلیکیشنز)
(۹۲)(الذاریات:۵۶)
(۹۳)(البقرہ، ایت ۵۳)
(۹۴)(البقرہ، ایت ۱۵۶)
(۹۵)(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الزکوۃ من الایمان، صفحہ ۱۶، رقم ۴۶ دار ابن حزم بیروت)(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الصلوۃ التی ھی احد ارکان الاسلام، صفحہ ۳۱، رقم ۱۰۰ مکتبہ عصریہ بیروت)(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، جلد ا، صفحہ ۱۰۶، رقم ۳۹۱ مکتبہ الریاض الحدیثہ، ریاض)(سنن نسائی، کتاب الصلوٰۃ، باب کم فرضت فی الیوم والیلۃ، صفحہ ۴۷، رقم ۴۶۰، دار ابن حزم، بیروت)
(۹۶)(صحیح بخاری، کتاب سجود القران، باب تحریض النبی ﷺ علی صلوۃ الیل

و النوافل من غیر ایجاب، صفحہ ۱۹۶، رقم ۱۱۲۶، دار ابن حزم بیروت) (صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب ما روی فیمن نام الیل اجمر حتی اصبح، صفحہ ۲۷۶، رقم ۱۸۱۸ مکتبہ عصریہ بیروت) (سنن نسائی، کتاب قیام الیل و تطوّع النہار، باب الترغیب فی قیام الیل، صفحہ ۲۵۰، رقم ۱۶۱۳ دار ابن حزم بیروت) (مسند احمد بن حنبل، جز ۲ صفحہ ۱۷، رقم ۵۷۵) (مجمع الزوائد، کتاب الصلٰوۃ، باب الایقاظ للصلاۃ، جلد ۲ صفحہ ۵۳۸ رقم ۳۵۷۹ دار الفکر بیروت)

(۹۷) (الذاریات: ۵۶)

(۹۸) (صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب امر الائمۃ بتخفیف الصلاۃ فی تمام، صفحہ ۱۷۴، رقم ۱۰۴۶ مکتبہ عصریہ بیروت) (سنن ترمذی، باب ما جآء اذا ام احدکم الناس فلیخفف، جلد ۱ جز ۱ صفحہ ۲۳۷، رقم ۲۳۴ دار ابن کثیر بیروت) (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی تخفیف الصلاۃ، جلد ۱ صفحہ ۲۱۱، رقم ۷۹۴، مکتبہ الریاض الحدیثۃ، ریاض) (سنن نسائی، کتاب الامامۃ، باب ما علی الامام من التخفیف، صفحہ ۱۲۸، رقم ۸۲۵، دار ابن حزم، بیروت) (مسند احمد بن حنبل، جز ۱۳، صفحہ ۱۰۰، رقم ۷۶۶۷)

(۹۹) (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ما یقول الرجل فی رکوعہ و سجودہ، جلد اوّل، صفحہ ۲۳۱، رقم ۸۷۴، مکتبہ الریاض الحدیثۃ، ریاض) (مشکل الاثار للطحاوی، جز ۲، صفحہ ۲۱۵، رقم ۶۰۸) (السنن الصغیر، باب ما یقول فی الرکوع و السجود، جز ۱ صفحہ ۱۶۲، رقم ۴۱۵)

(۱۰۰) (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع و السجود، صفحہ ۱۷۹، رقم ۱۰۹۰، مکتبہ عصریہ، بیروت) (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی الدعاء فی الرکوع و السجود، جلد ۱ صفحہ ۲۳۰، رقم ۸۷۹، مکتبہ الریاض الحدیثۃ، ریاض) (سنن نسائی، کتاب التطبیق، باب نصب القدمین فی السجود، صفحہ ۱۶۸، رقم ۱۱۰۲، مکتبہ دار ابن حزم، بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب الدعوات، باب ما

تعوّذ منه رسول الله صلى الله عليه وسلم، جلد ۲، صفحہ ۱۲۶۳، رقم ۳۸۴۱، دارالفکر، بیروت) (مسند احمد بن حنبل، جز ۴۲، صفحہ ۴۳۸، رقم ۲۵۶۵۵) (کنز العمال، جلد ۸، صفحہ ۴۹۲، رقم ۲۲۶۶۸، دارالاشاعت کراچی)

(۱۰۱) (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ من لا یقیم صلبه فی الرکوع و السجود، جز اوّل، صفحہ ۲۲۸، رقم ۸۶۲، مکتبہ الریاض الحدیثہ، ریاض) (سنن نسائی، کتاب التطبیق، باب النھی عن نقرۃ الغراب، صفحہ ۱۷۰، رقم ۱۱۱۴، دار ابن حزم بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلاۃ و السنة فیھا، باب ما جاء فی توطین المکان فی المسجد یصلی فیه، جلد ۱ صفحہ ۴۵۹، رقم ۱۴۲۹، دارالفکر بیروت) (مسند احمد بن حنبل، جز ۲۴، صفحہ ۲۹۲، رقم ۱۵۵۳۲) (صحیح ابن خزیمہ، باب النھی عن نقرۃ الغراب، جز ۱ صفحہ ۳۳۱، رقم ۶۶۲)

(۱۰۲) صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، صفحہ ۱۱۰، رقم ۵۷۸ مکتبہ عصریہ بیروت) (سنن نسائی، کتاب الطھارۃ، صفحہ ۲۴، رقم ۱۰۳، دار ابن حزم بیروت) (مستدرک علی الصحیحین، کتاب الطھارۃ، جز ۱ صفحہ ۲۲۰، رقم ۴۴۶)

(۱۰۳) (صحیح بخاری، ابوالتھجد، باب فضل الطھور باللیل والنھار، صفحہ ۲۰۰، رقم ۱۱۴۹ دار ابن حزم، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل بلال رضی الله عنه، صفحہ ۹۳۱، رقم ۶۳۲۴، مکتبہ عصریہ، بیروت) (مسند احمد بن حنبل، جلد ۴، رقم ۱۲۳۱)

(۱۰۴) (صحیح البخاری، باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ، صفحہ ۲۰۰، رقم ۱۱۵۰، دار ابن حزم، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب امر من نعس فی صلاته، صفحہ ۲۷۸، رقم ۱۸۳۱، مکتبہ عصریہ، بیروت) سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب النعاس فی الصلاۃ، جلد اوّل جز ثانی، صفحہ ۳۴، رقم ۱۳۱۲، مکتبہ ریاض الحدیثہ، ریاض)

(۱۰۵) (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب صلاۃ اللیل، صفحہ ۱۳۰، رقم ۷۳۰، دار ابن

حزم، بیروت) (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الرجل التطوع فی بیتہ، جلد اوّل، جز ثانی، صفحہ ۲۷۴، رقم ۱۰۴۴، مکتبہ ریاض الحدیثہ، ریاض) (کنز العمال، باب التطوع فی بیتہ، جلد ۷، صفحہ ۳۵۱، رقم ۲۱۳۳۹، دار الاشاعت، کراچی) (مصنف ابن ابی شیبہ، دز ۲ صفحہ ۲۵۶، رقم ۶۵۲۰)

(۱۰۶) (صحیح بخاری، باب التطوّع بعد المکتوبۃ، صفحہ ۲۰۴، رقم ۱۱۷۲، دار ابن حزم، بیروت) (مصنف عبد الرزاق، باب التطوّع قبل الصلاۃ و بعدھا، جز ۳ صفحہ ۶۴، رقم ۴۸۰۹)

(۱۰۷) (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان بعد الفجر، صفحہ ۱۱۲، رقم ۶۱۸، دار ابن حزم، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب استحباب رکعتیی سنت الفجر، صفحہ ۲۵۷، رقم ۱۶۷۶، مکتبہ عصریہ، بیروت) (سنن نسائی، کتاب المواقیت، باب الصلاۃ بعد طلوع الفجر، صفحہ ۹۲، رقم ۵۸۵، دار ابن حزم بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ و السنۃ فیھا، باب ما جاء فی رکعتین قبل الفجر، جلد اوّل، صفحہ ۳۶۲، رقم ۱۱۴۵، دار الفکر، بیروت)

(۱۰۸) (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب رکعتی المغرب این تصلیان، جلد اوّل، جز ثانی، صفحہ ۳۱، رقم ۱۳۰۰، مکتبہ ریاض الحدیثہ، ریاض) (سنن نسائی، کتاب قیام الیل و تطوّع النھار، باب الحث علی الصلاۃ فی البیوت والفضل فی ذالک صفحہ ۲۴۸، رقم ۱۶۰۲، دار ابن حزم، بیروت)

(۱۰۹) (صحیح بخاری، باب کراھیۃ الصلاۃ فی المقابر، صفحہ ۸۳، رقم ۴۳۲، دار ابن حزم، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب استحباب النافلۃ فی بیتہ و جوازھا فی المسجد، صفحہ ۲۷۶، رقم ۱۸۲۰، مکتبہ عصریہ، بیروت) (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الرجل التطوّع فی بیتہ، جلد اوّل، جز اوّل، صفحہ ۲۷۳، رقم ۱۰۴۳، مکتبہ ریاض الحدیثہ، ریاض) (سنن

ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلاة و السنة فیها. باب ما جاء فی التطوّع فی البیت. جلد اوّل صفحہ ۴۳۸، رقم ۱۳۷۷، دار الفکر، بیروت)

(۱۱۰) (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلاة و السنة فیها. باب ما جاء فی التطوّع فی البیت. جلد اوّل، صفحہ ۴۳۷، رقم ۱۳۷۵، دار الفکر، بیروت) (مصنف عبد الرزاق، باب مباشرة الحائض، جز ا صفحہ ۳۲۲، رقم ۱۲۳۸)

(۱۱۱) (صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین و قصرها. باب استحباب النافلة فی بیته و جوازها فی المسجد. صفحہ ۲۷۶، رقم ۱۸۲۲، مکتبہ عصریہ، بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلاة و السنة فیها. باب ما جاء فی التطوّع فی البیت. جلد اوّل صفحہ ۴۳۸، رقم ۱۳۷۶، دار الفکر، بیروت) (مسند احمد بن حنبل، جز ۱۷، صفحہ ۱۸۴، رقم ۱۱۱۱۲)

(۱۱۲) (صحیح بخاری، کتاب الاذان. باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعة والاقامة، صفحہ ۱۱۴ رقم ۶۳۱، دار ابن حزم بیروت) (سنن البیہقی، بابمن سها فترك ركنا عاد. جز ۲ صفحہ ۲۹۸، رقم ۴۴۳) (صحیح ابن حبان، باب ذكر البیان بأن قوله ﷺ. جز ۵ صفحہ ۵۰۳، رقم ۲۱۳۱) (سنن دار قطنی، باب فی ذكر الامر بالاذان و الامامة و احقها. جز ا صفحہ ۲۷۳، باب ۱۵، رقم ۲)

(۱۱۳) (صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین و قصرها. باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض و بعدهن و بیان عددهن صفحہ ۲۵۸، رقم ۱۶۹۴، مکتبہ عصریہ بیروت) (مسند احمد بن حنبل، روایات ابوموسیٰ اشعری، جز ۳۲ صفحہ ۴۸۱، رقم ۱۹۷۰۹)

(۱۱۴) (سنن ترمذی، باب بما جاء فیمن صلی فی یوم و لیلیة اثنتی عشرة رکعةمن السنة. جلد ۱، جز ۲، رقم ۴۱۳، دار ابن کثیر، بیروت) (سنن نسائی، کتاب قیام الیل و تطوّع النهار. بابثواب من صلی فی الیوم و الیل ثنتی عشرة رکعة سوی المکتوبة، صفحہ ۲۷۳، صفحہ ۱۷۹۶، دار ابن حزم، بیروت)

(۱۱۵) (سنن ترمذی، باب ذکر ما یستحب من الجلوس فی المسجد بعد صلاة

الصبح حتی تطلع الشمس، جلد ۱ جز ۲، صفحہ ۵۴۸ ـ رقم ۵۸۵، دار ابن کثیر، بیروت) (کنز العمال مترجم، جلد ۷، صفحہ ۳۶۶، رقم ۲۱۵۰۸، دار الاشاعت کراچی)
(مسند الصحابۃ، مسند انس بن مالك بن نضر، جز ۲۰، صفحہ ۳۲۳، رقم ۳۴۳)
(جامع الحدیث، حرف المیم ، جز ۲۰، صفحہ ۴۹۶، رقم ۲۲۲۲۷)

(۱۱۶) (صحیح بخاری: غسل، رقم ۲۸۱) (صحیح مسلم : الحیض ، رقم ۵۱۰)

(۱۱۷) (سنن ترمذی، باب ما جاء فی رکعتین بعد المغرب، جلد ۱، جز ۲، صفحہ ۴۲۰، رقم ۴۲۹، دار ابن کثیر، بیروت) (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ و السنۃ فیھا، بابما جاء فی الست رکعات بعد المغرب، جلد ۱ صفحہ ۳۶۹، رقم ۱۱۶۷، دار الفکر، بیروت)

(۱۱۸) مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ قبل المغرب و بعدھا، جلد ۲ صفحہ ۴۸۳، رقم ۳۳۸۰، دار الفکر، بیروت) (مجمع الاوسط ،من اسمه محمد، جز ۷، صفحہ ۱۹۱، رقم ۷۲۴۵) (معرفة الصحابة لابن نعيم الاصبهاني، بن اسمه عمار، جز ۱۴، صفحہ ۴۸۶، رقم ۴۶۵۳)

(۱۱۹) (صحیح ابن خذیفہ، جلد ۲، ص ۲۰۶، رقم ۱۱۹۴)

(۱۲۰) (المآئدۃ، ۱۱۸)

(۱۲۱) (صحیح بخاری: کتاب الرقاق، ، باب التواضع، صفحہ ۱۲۰۷، رقم ۶۵۰۲، دار ابن حزم، بیروت)

(۱۲۲) (الحشر: 7) (۱۲۳) (آل عمران: 31)

(۱۲۴) (محمد: 33)

(۱۲۵) (صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، صفحہ ۴۷۸، رقم ۲۶۹۷، دار ابن حزم، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الاحكام الباطلة، صفحہ ۶۶۲، رقم ۴۴۹۲، مکتبہ عصریہ، بیروت)) سنن ابی داؤد، کتاب السنّة، باب فی لزوم السنّة، جلد ۲، جز رابع، صفحہ ۲۰۰، رقم ۴۶۰۶، مکتبہ ریاض الحدیثۃ ، ریاض)

(۱۲۶)(صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی الحصیر، صفحہ ۷۵، رقم ۳۸۰، دار ابن حزم، بیروت)(صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ و الصلاۃ علی الحصیرو ثوب و غیرھا من الطاھرت، صفحہ ۲۳۴، رقم ۱۴۹۹، مکتبہ عصریہ، بیروت)(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب اذا کانوا ثلاثۃ کیف یقومون، جلد ۱، جز ۱، صفحہ ۱۶۶، رقم ۶۱۲، مکتبہ ریاض الحدیثۃ، ریاض)(سنن نسائی، کتاب الامامۃ، باب اذا کانوا ثلاثۃ او امرءۃ، صفحہ ۱۲۵، رقم ۸۰۳، دار ابن حزم، بیروت)

(۱۲۷)(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی نیتہ و جوازھا فی المسجد، صفحہ ۲۷۶، رقم ۱۸۲۰، مکتبہ عصریہ۔ بیروت)(سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل صلاۃ التطوع فی البیت، جلد ۱، جز ۲ صفحہ ۴۳۱، رقم ۴۵۰، دار ابن کثیر دمشق)(سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النھار، باب الحث علی الصلاۃ فی البیوت والفضل فی ذالک، صفحہ ۲۴۸، رقم ۱۶۰۰، دار ابن حزم، بیروت)

(۱۲۸)(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب صلاۃ اللیل، صفحہ ۱۳۰، رقم ۷۳۱، دار ابن حزن بیروت)(سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النھار، باب، باب الحث علی الصلاۃ فی البیوت والفضل فی ذالک، صفحہ ۲۴۸، رقم ۱۶۰۱ دار ابن حزم، بیروت)

(۱۲۹)(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب صلاۃ الیل، صفحہ ۱۳۰، رقم ۷۳۰، دار ابن حزم، بیروت)(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الرجل التطوع فی بیتہ، جلد اوّل، جز ثانی، صفحہ ۲۷۴، رقم ۱۰۴۴، مکتبہ ریاض الحدیثۃ، ریاض)(کنز العمال، باب التطوع فی بیتہ، جلد ۷، صفحہ ۳۵۱، رقم ۲۱۳۳۹، دار الاشاعت، کراچی)(مصنف ابن ابی شیبہ، دز ۲ صفحہ ۲۵۶، رقم ۶۵۲۰)

(۱۳۰)(فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، ص: ۲۳۶۔ ۲۳۷)

(۱۳۱)(فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم ص: ۷۲۳)

(۱۳۲)(عوارف المعارف، مترجم، ص: ۲۷۴)

(۱۳۳) (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ التسبیح، جلد ۱، جز ۲، صفحہ ۲۹، رقم ۱۲۹۷، مکتبہ ریاض الحدیثہ، ریاض)(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی صلاۃ التسبیح، جلد ۲ صفحہ ۴۴۳، رقم ۱۳۸۷، دار الفکر، بیروت) (سنن البیہقی، باب ماجاء فی صلاۃ التسبیح، جز ۲ صفحہ ۹۰، رقم ۵۱۱۳)

(۱۳۴)(سنن ترمذی، باب ما جاء فی صلاۃ التسبیح، جلد ا جز ۲، صفحہ ۴۵۶، رقم ۴۸۲، دار ابن کثیر، بیروت)

(۱۳۵) (ترمذی، کتاب الوتر، باب ماجاء فی صلاۃ التسبیح، جلد ۱، جز ۲، صفحہ ۴۵۵، رقم ۴۸۱، دار ابن کثیر، بیروت)

(۱۳۶) (ترمذی، کتاب الوتر، باب ماجاء فی صلاۃ التسبیح، جلد ۱، جز ۲، صفحہ ۴۵۵، رقم ۴۸۱، دار ابن کثیر، بیروت)

(۱۳۷)(حلبی کبیر: ص ۲۳۲، ط سہیل اکیڈمی لاہور)

(۱۳۸)(حاشیہ ترمذی، ص ۱۱۰)(اشعۃ اللمعات، جلد ا، ص ۵۵۱)

(۱۳۹)(فتاویٰ رضویہ، جلد ۳، ص ۲۱۹)

(۱۴۰)(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب امر الائمۃ بتخفیف الصلاۃ فی تمام، صفحہ ۱۷۴، رقم ۱۰۴۶ مکتبہ عصریہ بیروت)(سنن ترمذی، باب ما جآء اذا ام احد کم الناس فلیخفف، جلد ا جز ا صفحہ ۲۳۷، رقم ۲۳۴ دار ابن کثیر بیروت)(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی تخفیف الصلاۃ، جلد ا صفحہ ۲۱۱، رقم ۷۹۴، مکتبہ الریاض الحدیثہ، ریاض)(سنن نسائی، کتاب الامامۃ، باب ما علی الامام من التخفیف، صفحہ ۱۲۸، رقم ۸۲۵، دار ابن حزم، بیروت)

(۱۴۱)(فتاویٰ رضویہ، جلد ۳، ص ۵۰۳)

(۱۴۲)(الصلوٰۃ الکسوف، جلد ا، ص ۳۴۴، ط مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن)

(۱۴۳)(المبسوط: ج ۲،ص ۷۶)
(۱۴۴)(المبسوط سرخسی، جلد ۲،ص ۱۴۴، ط مصر ۱۳۲۴ھ)
(۱۴۵)(خلاصۃ الفتاویٰ: ج ا،ص ۱۵۳، ۱۵۴)
(۱۴۶)(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد اول، ص ۹۶۵ مترجم)
(۱۴۷)(حاشیہ تبیین الحقائق، شرح کنز الدقائق، ص ۱۷۸، ط مصر)
(۱۴۸)(مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، ج ا،ص ۱۳۷)
(۱۴۹)(الاشباہ والنظائر: ص ۸۶، ط کراچی)
(۱۵۰)(نور الایضاح، مترجم، ص ۱۶۷)
(۱۵۱)(حلبی کبیر، ص ۴۳۲، ط لاہور)
(۱۵۲)(حلبی الکبیر، ۴۳۳)
(۱۵۳)(فتاویٰ عالمگیری، ج ا،ص ۸۳، ط مصر ۱۳۱۰ھ)
(۱۵۴)(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص ۲۱۱، ط کراچی)
(۱۵۵)(بخاری ومسلم)
(۱۵۶)(مالابدمنہ، ص ۶۹، ط ملتان)
(۱۵۷)(رسائل الارکان، ص ۱۴۲، ط کوئٹہ)
(۱۵۸)(فتاویٰ رضویہ: جلد سوئم، ص ۴۸۰)
(۱۵۹)(فتاویٰ رضویہ جلد سوئم، ص ۵۰۷)
(۱۶۰)(۱۷۸ اطبع دمشق)
(۱۶۱)(صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، باب ما یقول اذا رفع راسہ من الرکوع، رقم ۱۰۵۳، مکتبہ العصیر یہ، بیروت) (مسند احمد: مرویات حضرت براء بن عازب، رقم ۱۷۷۹۰) (سنن ابوداؤد: کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب مایقول اذارفع رأسہ من الرکوع، رقم ۸۷۹، دارالفکر، بیروت) (سنن نسائی: کتاب الصلاۃ، باب ما یقول اذا رفع راسہ من الرکوع، رقم ۸۴۶، مکتبہ ریاض الحدیثیہ، ریاض)

(۱۶۲)(صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع و السجود، رقم ۱۰۸۳، مکتبہ العصریہ، بیروت)(سنن ابوداؤد: کتاب الصلاۃ، رقم ۸۷۶)

(۱۶۳) (سنن ابو داؤد: کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب التسبیح فی الرکوع والسجود، رقم ۸۶۸)

(۱۶۴)(صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع و سجود، رقم ۱۰۹۱، مکتبہ العصریہ، بیروت) (سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ما یقول الرجل فی رکوعه و سجوده، رقم ۸۷۲، مکتبہ ریاض الحدیثیہ، ریاض) (سنن نسائی: کتاب التطبیق، باب نوع آخر منه، رقم ۱۰۵۰، دار ابن حزم، بیروت)

(۱۶۵) (صحیح بخاری: کتاب الاذان، باب الدعا فی الرکوع، رقم ۷۹۴، دار ابن حزم، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع و السجود، رقم ۱۰۸۵، مکتبہ العصریہ، بیروت) (سنن ابو داؤد، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب التسبیح فی الرکوع والسجود، رقم ۸۸۹، دار الفکر بیروت) (سنن نسائی: کتاب التطبیق، باب نوع آخر من الذکر فی الرکوع، رقم ۱۰۴۹، دار ابن حزم، بیروت)

(۱۶۶)(سنن ابوداؤد: کتاب الصلوۃ، باب الدعا بین السجدتین، رقم ۸۵۰، ط مکتبہ ریاض الحدیثیہ، ریاض)(جامع ترمذی: کتاب الصلاۃ، باب مایقول بین السجدتین، رقم ۲۸۲، دار ابن کثیر بیروت)(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ و السنۃ فیہا، رقم ۸۹۸، دار الفکر بیروت)(مسند احمد: مرویات عبداللہ بن عباس، رقم ۲۷۴۵)

(۱۶۷) (سنن داری: کتاب الصلاۃ، باب الدعا بین السجدتین، رقم ۱۲۹۰،) (سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الدعا بین السجدتین، رقم ۸۷۲، مکتبہ ریاض الحدیثیہ، ریاض)

(۱۶۸)(صحیح بخاری کتاب الاذان، باب الدعا قبل السلام، صفحہ ۱۴۸، رقم ۸۳۲، دار ابن حزم، بیروت) (صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب ما یستعاذ منہ فی الصلاۃ، صفحہ ۲۱۰ رقم ۱۳۲۵، مکتبہ عصریہ، بیروت) (سنن ابو داؤد:

کتاب الصلاۃ، باب الدعاء فی الصلاۃ، رقم ۸۸۰، مکتبہ ریاض الحدیثیہ، ریاض)

(۱۶۹) (صحیح بخاری کتاب الاذان، باب الدعا قبل السلام، صفحہ ۱۴۸، رقم ۸۳۴، دار ابن حزم، بیروت) (سنن نسائی، کتاب السھو، باب نوع آخر من الدعا، رقم ۱۳۰۴، دار ابن حزم، بیروت)

(۱۷۰) (سنن نسائی، کتاب السھو، باب نوع آخر من الدعا، رقم ۱۳۰۶، دار ابن حزم، بیروت)

(۱۷۱) (صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب ما یستعاذ منہ فی الصلاۃ، صفحہ ۲۱۰، رقم ۱۳۲۶، مکتبہ العصریہ، بیروت)

(۱۷۲) (سنن نسائی، کتاب السھو، باب نوع آخر من الدعا، رقم ۱۳۰۵، دار ابن حزم، بیروت)

ماخذ ومراجع

1. قرآن حکیم
2. صحیح بخاری
3. صحیح مسلم
4. مشکوٰۃ المصابیح
5. جامع الترمذی
6. سنن ابن ماجہ
7. سنن ابوداؤد
8. مسند احمد بن حنبل
9. اشعۃ اللمعات
10. فتاویٰ رضویہ
11. عوارف المعارف
12. کتاب الاصل (ط حیدر آباد دکن، ہند)
13. المبسوط سرخسی۔ ط مصر
14. خلاصۃ الفتاویٰ (ط کوئٹہ)
15. بدائع الصنائع (ط دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری)
16. شرح کنز الدقائق زیلعی

17. مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر
18. الاشباہ والنظائر
19. نورالایضاح
20. حلبی کبیر
21. فتاویٰ عالمگیری
22. حاشیۃ الطحطاوی
23. مکتوبات امام ربانی
24. مالابدمنہ (ط ملتان)
25. بہار شریعت
26. طبقات امام شعرانی مترجم محمد محفوظ الحق شاہ (ط لاہور)
27. رسالہ قشیریہ مترجم مفتی محمد صدیق ہزاروی (ط لاہور)
28. تنبیہ المغترین

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ (الاعلیٰ ۱۴-۱۵)

بے شک کامیاب ہوا وہ جس نے تزکیہ حاصل کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز پڑھی۔

اردو میں اپنی نوعیت کی اولین عارفانہ شرح

وصل المحبوب
شرح
کشف المحجوب

جلد اول

تصنیف: حضرت علی بن عثمان الہجویری رحمۃ اللہ علیہ

شارح: ابو عمر علامہ پیر محمد شہزاد مجددی سیفی

دار الاخلاص لاہور

زیور طبع سے مزین ہوا چاہتی ہے

دار الاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی)

ملحق جامع مسجد نور، مین بلیوارڈ پنجاب سوسائٹی غازی روڈ لاہور